میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر مستند و تحقیقی کتاب

اَلْمَوْرِدُ الرَّوِی فِی الْمَوْلِدِ النَّبَوِی صلی اللہ علیہ وسلم

کا تحقیقی ترجمہ بنام

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

امام علی بن سلطان المعروف "مُلّا علی القاری" رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ

ترجمہ و تحقیق

فضیلۃ الاستاذ

مفتی ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ۔ لاہور

میلادالنبی ﷺ کے موضوع پر مستند و تحقیقی کتاب

اَلْمَوْرِدُ الرَّوِیُّ فِی الْمَوْلِدِ النَّبَوِیِّ ﷺ

کا تحقیقی ترجمہ بنام

میلادِ مصطفیٰ ﷺ

تالیف :
امام علی بن سلطان المعروف "مُلّا علی القاری" رحمۃ اللہ علیہ
المتوفی سنہ ۱۰۱۴

ترجمہ و تحقیق
فضیلۃ الاستاذ
مفتی ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ

زاویہ پبلشرز
8-C دربار مارکیٹ۔ لاہور
voice: 042-37248657 - 042-37112954 - 042-37300642
Email:zaviapublishers@gmail.com

2015ء

باراول..............................500

ہدیہ..............................200

ناشر..............................نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

زاویہ پبلشرز | شوروم ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2 داتا دربار مارکیٹ، لاہور
Email: zaviapublishers@gmail.com
042-37300642

مکتبہ برکات المدینہ کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بھاول پور	0301-7728754
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
اقرا بک سیلرز، فیصل آباد	041-2626250
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ حسان اینڈ پرفیومرز، پرانی سبزی منڈی کراچی	0331-2476512
رضا بک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات	0300-6203667
مکتبہ فریدیہ، ہائی سٹریٹ ساہیوال	040-4226812

فہرس

تعارف

امام علی بن سلطان المعروف "ملا علی القاری" رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ابوالحسن نورالدین علی بن سلطان محمد القاری ہے، نام نامی کے ساتھ "ہروی و مکی" کی نسبت معروف مقامات کے سبب سے ہے جبکہ مذہب حنفی کے پیروکار ہونے کی وجہ سے "حنفی" کہلائے اور دنیائے علم وفن اور بلادِ اسلامیہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ "ملا علی القاری" کے نام ولقب سے متعارف ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے معروف شہر "ہرات" میں پیدا ہوئے، خراسان موجودہ زمانے میں افغانستان میں شامل ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جمیع سوانح نگاروں میں سے کسی نے بھی تاریخ ولادت کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں کیا لہٰذا اس بابت کچھ کہنا یقینی قرار نہیں پا سکتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم وتربیت کی تحصیل کا آغاز اپنی اسی شہر سے کیا اور قرآن مجید کی تعلیم وتحفیظ سے شرف یاب ہوئے نیز دیگر علوم اسلامیہ کی مبادیات بھی اسی جگہ سے حاصل کیں، بعد ازاں اعلیٰ تعلیم اور فنون اسلامیہ میں مہارت کے لیے مرکز کائنات مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً کی طرف منتقل ہو گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکہ مکرمہ منتقل ہونے کا زمانہ بادشاہ اسماعیل صفوی کے فتنہ عظیمہ کے بعد کا ہے، اس بادشاہ کو فتوحات کا اس قدر خمار و جنون تھا کہ کسی بھی شہر و مقام کو حاصل کرنے کے لیے اس نے ہزارہا مظلوم جانوں کو اپنے تیغ و ستم کا نشانہ بنایا اور بلا مبالغہ لاکھوں افراد کا ناحق خون بہایا حتی کہ اس نے بے شمار ائمہ کرام و علمائے عظام کو شہید کروایا، کئی نایاب کتب خانے تباہ و برباد کیے اور لاکھوں علمی اثاثوں و جواہر پاروں کو صرف اس لیے ضائع کروادیا کہ وہ اہلسنّت کے تھے، اس بارے میں امام مؤرخ قطب الدین حنفی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام" میں تفصیلی کلام کیا ہے۔

مکہ مکرمہ میں سکونت اور تحصیل علم

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۹۵۲ھ کے بعد کسی زمانے میں مکہ مکرمہ منتقل ہوئے اور وہاں کے جلیل الشان ائمہ کرام سے اکتساب علم کیا، مکہ مکرمہ میں آپ کے علمی ذوق و شوق کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں یا تو آپ کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف و منہمک ہوتے یا پھر کسی استاد سے فیض یاب ہو رہے ہوتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چند جلیل القدر اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ ابو الحسن محمد بن محمد بن عبد الرحمن البکری[1]

۲۔ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن الحطاب الرعینی المالکی المغربی[2]

1۔ متوفی ۹۵۲ھ۔

2۔ متوفی ۹۵۴ھ۔

۳۔ شیخ نور الدین علی بن محمد الحجازی المعروف "ابن عراق الکنانی"[3]

۴۔ شیخ عفیف الدین عبد اللہ بن احمد الفاکہی المکی[4]

۵۔ شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد المعروف "ابن حجر ہیثمی"[5]

۶۔ شیخ علاء الدین علی بن حسام الدین المعروف "علی متقی ہندی"[6]

یادگارِ اسلاف

آپ رحمۃ اللہ علیہ اسلاف کرام کی بہترین تصویر تھے، اسی لیے دنیاوی اغراض ومفاسد سے ہمیشہ خود کو محفوظ رکھتے تھے، انہی وجوہات کی بنا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلاطین وامراء کے یہاں آمد ورفت کی کوئی سبیل نہ رکھی تھی، اپنی ضروریات زندگی کی گزر بسر کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ تھا کہ عربی رسم الخط میں مہارت اور فنون قرأت میں دسترس کی بنا پر لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے جس کے پیش نظر آپ رحمۃ اللہ علیہ سال بھر میں متفرق قرأتوں کے ساتھ دو مصحف شریف خوش خط تحریر کرتے اور انہیں فروخت کر کے ایک مصحف کی رقم کو اپنے مصارف پر خرچ کیا کرتے جبکہ دوسرے حصہ کو غربائے اہل مکہ مکرمہ پر صرف فرماتے تھے۔

3۔ متوفی ۹۶۳ھ۔

4۔ متوفی ۹۷۲ھ۔

5۔ متوفی ۹۷۳ھ۔

6۔ متوفی ۹۷۵ھ۔

تصانیف

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف و تالیف کی صورت میں بھی ایک قیمتی ذخیرہ امت مسلمہ کے استفادہ کے لیے یادگار چھوڑا ہے جو بلاشبہ مذہب حنفی کے مسائل و افکار اور علوم اسلامیہ کی ایک نایاب لائبریری ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتب میں سے چند مشہور زمانہ کتب کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للتبریزی

۲۔ شرح مسند الامام الاعظم أبي حنيفة

۳۔ الاثمار الجنية فی الاسماء الحنفية

۴۔ شرح الوقاية

۵۔ الحزب الاعظم والورد الافخم

۶۔ شرح الشفاء للقاضي عياض

۷۔ شرح ثلاثيات بخاری

۸۔ لباب الاحياء العلوم الدين للغزالی

۹۔ منح الروض الازهر فی شرح الفقه الاکبر

۱۰۔ المورد الروی فی المولد النبوی ...... وغيرها

"ایمانِ والدین مصطفیٰ اور امام ملا علی القاری"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان بلاشبہ صدہا دلائل و براہین سے ثابت و مستنبط ہے، اللہ تعالیٰ امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس موضوع سے متعلق تقریباً گیارہ 11 مستقل رسائل لکھ مسئلہ ہذا کو "الم نشرح" کر دیا ہے۔

امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی زمانے میں اس بارے میں نہایت سخت مؤقف اختیار کیے رکھا تھا اور وہ نعوذ باللہ حضرات والدین شریفین کے ایمان کے قائل نہیں تھے، اسی لیے انہوں نے خاص اس موضوع پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا اور لکھ کر اپنے استاد امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو دیا تو وہ اِن پر سخت برہم ہوئے اور اس مسئلہ پر اپنی تحریرات میں نہایت جامع کلام فرمایا اور ساتھ ہی انہیں اس مسئلے سے رجوع کرنے کی جانب بھی آمادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور علوم اسلامیہ کی جلیل القدر خدمت کے صلہ میں اِس شنیع مؤقف سے توبہ کی توفیق مرحمت ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الشفاء میں دو مقامات پر اس موضوع سے متعلق جمہور علمائے کرام اور خاص امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کو ترجیح دی ہے، ہم ذیل میں وہ دونوں مقامات عربی متن مع ترجمہ کے نقل کر رہے ہیں۔

وأما اسلام أبويه ففيه أقوال والأصح اسلامهما على ما اتفق عليه الاجلة من الأمة كما بينه السيوطي في رسائله الثلاث المؤلفة.

ترجمہ۔ باقی رہا والدین کریمین کا اسلام تو اس بارے میں کئی اقوال ہیں لیکن اِن کے اسلام کا قول ہی درست ہے، اُمت مسلمہ میں سے جلیل القدر ائمہ کرام نے اسی مؤقف پر اتفاق کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی نے اپنے تین رسائل میں اس بابت تفصیل لکھی ہے۔[7]

7۔ شرح "الشفاء للقاضی عیاض": ج ۱، ص ۶۰۵: دار الکتب العلمیۃ / ج ۱، ص ۶۰۱: دار الباز مکہ مکرمہ

وأما ما ذكروا من احيائه عليه الصلاة والسلام أبويه فالأصح أنه وقع على ما عليه الجمهور الثقات كما قال السيوطي في رسائله الثلاث المؤلفة.

ترجمہ۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اپنے والدین کریمین کو زندہ کرنے کا معاملہ[8] جو بیان کیا گیا ہے تو اس بارے میں جمہور کے نزدیک درست قول یہی ہے کہ بلاشبہ ایسا ہوا تھا، جیسا کہ امام سیوطی نے اس بارے میں اپنے لکھے ہوئے تین رسائل میں بھی اس کی صراحت ذکر کی ہے۔[9]

لہٰذا جب امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے از خود اپنے مؤقف سے رجوع کرتے ہوئے جمہور علمائے کرام کے مؤقف کو قبول کر لیا ہے تو اب ایضاحِ حق کے بعد کسی کو بھی ان کی جانب غلط مؤقف کی نسبت نہیں کرنی چاہیے اور ان کی کتب مثلاً مرقاۃ المفاتیح یا دیگر میں جو کلام ایمان والدین کے حوالے سے مندرج ہے وہ چونکہ رجوع سے پہلے کا ہے لہٰذا اسے دلیل ہرگز نہیں بنانا چاہیے۔

کیونکہ شرح الشفاء آپ کی آخری عمر کی تصنیف ہے اور اس کے اختتام پر آپ نے خود سن تالیف "رمضان المبارک ۱۰۱۱ھ" لکھا ہے یعنی اپنے وصال سے صرف ۳ سال قبل تو بلاشبہ یہی آپ کا آخری مؤقف قرار پائے گا جبکہ مرقاۃ المفاتیح کے اخیر میں سن تالیف "ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ" تحریر ہے۔ فتدبر

8۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کریمین کو زندہ کیا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر انتقال کر گئے۔

9۔ شرح "الشفاء للقاضی عیاض": ج ۱، ص ۶۵۱: دار الکتب العلمیۃ / ج ۱، ص ۶۴۸: دار الباز مکہ مکرمہ۔

اس لیے اب منکرین کو امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس شنیع مؤقف کو منسوب نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

وفات

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے "شوال ۱۰۱۴ھ" میں وصال فرمایا اور اپنے سفرِ حقیقی کی جانب روانہ ہوئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ مکرمہ میں "معلاۃ" کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا، یوں علم وفن کا ایک خورشید جہاں تاب آسودہ خاک ہوا، جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر مصر پہنچی تو "جامع ازہر" میں چار ہزار سے زائد افراد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ ازلی وابدی کی تعریف کرتا ہوں جس نے "نورِ احمدی" کو منور کیا اور "ضیائے محمدی" کو چمکایا، اُس ہستی کی عالم وجود میں "محمود" کے نام سے تعریف و توصیف کی گئی ہے اور[1] عرب و عجم پر جود و سخا کی مختلف نعمتیں نچھاور کی گئیں اور انہیں تمام بنی نوع انسان کے لیے ہدایت و تحفہ اور رحمت و شفقت بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے، بیشک وہی[2] رحیم اور وَدود ہے جس نے اس مولود[3] کو نہایت پاکیزہ وقت میں پیدا فرمایا اور وہ مبارک وقت بالاتفاق "ربیع الاوّل" ہے۔

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اُن پر درود و سلام بھیجا اور انہیں شرافت و کرامت اور بزرگی عطا فرمائی نیز آپ ﷺ پر احسان فرماتے ہوئے اپنے قربِ خاص سے نوازا اور اپنا محبوب بنایا اِس بارے میں کسی صاحبِ حال نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

لِهٰذَا الشَّهْرِ فِي الْإِسْلَامِ فَضْلٌ ۔۔۔ وَمَنْقَبَةٌ تَفُوْقُ عَلَى الشُّهُوْرِ

فَمَوْلُوْدٌ بِهٖ وَ اِسْمٌ وَّمَعْنٰى ۔۔۔ وَآيَاتٌ بَهَرْنَ لَدَى الظُّهُوْرِ

رَبِيْعٌ فِيْ رَبِيْعٍ فِيْ رَبِيْعٍ ۔۔۔ وَ نُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ فَوْقَ نُوْرٍ

1۔ اس کی برکت سے۔

2۔ اللہ تعالیٰ۔

3۔ یعنی حضور نبی کریم ﷺ۔

ترجمہ: دین اسلام میں اس مہینے کو خاص فضیلت اور دیگر مہینوں پر امتیازی شرف حاصل ہے اس مہینے میں پیدا ہونے والا نیز اس کا نام و معنی اور وہ نشانیاں جو اس کی پیدائش کے وقت ظاہر ہوئیں[4] بہار دَر بہار دَر بہار اور نور بر نور بر نور کی سی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے قرآن عظیم و فرقان حکیم میں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○[5]

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان۔

یہ خبر جو حصولِ انوار[6] کے تشریف لانے کے بیان کو شامل ہے اس[7] سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اسے قسم مقدر[8] کے ساتھ شروع کرتے ہوئے حرف تحقیق[9] کے ساتھ مؤکد کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کہ بیشک اس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن لوگوں کے درمیان مبعوث ہو کر تشریف لانا، عنایت ربانی اور توفیق حقانی کی علامت و نشانی ہے اور[10] جو خطاب کیا گیا، یہ مؤمنین و کافرین

4۔ وہ سب مقدس ہیں اور ان تمام کی مثال۔
5۔ التوبۃ، ۱۲۸۔
6۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
7۔ اُسلوب و بیان۔
8۔ واللہ!۔
9۔ قَدْ۔
10۔ آیت مذکورہ میں جاء کم کی ضمیر "کُمْ" سے۔

سب کو شامل ہے، البتہ متقین[11] کے لیے ہدایت اور دوسروں[12] کے لیے حجت ہے، جس طرح دریائے نیل کا پانی محبوبوں کے لیے پانی ہی رہا لیکن محجوبین[13] کے لیے خون ہو گیا[14] نیز[15] اس بات کا بھی اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کے تشریف لانے کا تم سے جو وعدہ کیا گیا، وہ فرمان باری تعالیٰ کے تقاضے کے مطابق تمہار مقصود ہے۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○[16]

ترجمہ: پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو ج میری ہدایت کا پیرو ہوا، اُسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم اور وہ جو کفر کریں گے او میری آیتیں جھٹلائیں گے، وہ دوزخ والے ہیں، اُن کو ہمیشہ اُس میں رہنا۔

رسول مقبول ﷺ کی تشریف آوری کے بیان[17] میں شرطیہ مؤکدہ[18] "مَا" کا مزید اضافہ کرنے سے اس بات پر نہایت واضح و کامل دلالت ہو رہی ہے

11۔ آپ ﷺ کی ذات والاصفات۔
12۔ کافرین۔
13۔ غافلین۔
14۔ اس میں بنی اسرائیل کے ایک واقع کی طرف اشارہ ہے۔
15۔ آیت مذکورہ بالا میں۔
16۔ البقرۃ:۳۸، ۳۹۔
17۔ یعنی ماقبل آیت فاما یاتینکم منی۔
18۔ کلام لانے کے ساتھ ساتھ۔

کہ [19] رسول کو مبعوث فرمانا، اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ پر واجب و لازم نہیں ہے لیکن وہ ربِّ جلیل محض اپنے فضل و وعدہ کو پورا کرنے کے لیے اور اپنے بندوں پر کرم کرنے کے لیے انہیں [20] مبعوث فرماتا ہے۔

نیز اس میں یہ اشارہ بھی موجود ہے اگر بالفرض ہم اس رسول [21] کو تمہاری طرف مبعوث نہ بھی فرماتے، تب بھی اُن کے مراتب [22] میں ہرگز کوئی کمی نہیں ہوتی اور یہ نبی مکرم ﷺ اپنے اختیار سے تمہارے پاس تشریف نہیں لائے، کیونکہ وہ نبی مکرم ﷺ تو ہماری بارگاہ کے مقرب اور ہمارے نزدیک معظم ہیں، بلکہ وہ خلق کی جانب متوجہ ہو کر ہماری حریم ناز سے دُوری کو ہرگز پسند ہی نہیں کرتے [23]۔

کیا تم نے بالخصوص "ایاز" کا معاملہ نہیں دیکھا، جو اپنے آقا [24] کا خاص الخاص تھا، لہٰذا جب بھی اپنے سردار و سلطان کی طرف سے کوئی عالی منصب دیا جاتا، تو ہمیشہ انکار و اِعراض کرتے ہوئے، اپنے آقا [25] کی بارگاہ [26] کو ہی ترجیح

19۔ کسی۔

20۔ رسولوں کو۔

21۔ مکرم ﷺ۔

22۔ کریمہ وجلیلہ۔

23۔ یعنی یہ نبی مکرم ﷺ تو ہمارے فرمان پر تمہاری طرف مبعوث ہو کر تشریف لائے ہیں، ورنہ وہ تو ہرگز ہمارے قربِ خاص سے الگ ہونا پسند ہی نہیں کرتے۔

24۔ محمود۔

25۔ محمود۔

26۔ کی قربت۔

دیتا تھا لیکن [27] حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ارادے کے سامنے اپنے ارادے کو ترک فرمایا، جیسا کہ "مراد و مرید" کے شایانِ شان ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اُرِیْدُ وِصَالَهٗ وَ یُرِیْدُ هِجْرِیْ
فَاَتْرُكُ مَا اُرِیْدُ لِمَا یُرِیْدُ

ترجمہ: میں اس [28] سے ملاقات چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے دُوری تو میں اپنے [29] ارادے کو اُس کے [30] ارادے پر قربان کرتا ہوں۔

لہٰذا یہ مرتبہ [31] اربابِ حال میں سے اُن اہلِ کمال کو حاصل ہوتا ہے، جو جمال و کمال کی تجلیات کے جامع ہوتے ہیں اور تمام [32] سے توجہ ہٹا کر اپنے محبوبِ حقیقی کے لیے فنا ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اسی لیے جب حضرت سیّدنا ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

میں چاہتا ہوں کہ میری کوئی چاہت ہی نہ ہو۔ [33]

27۔ بلا تمثیل و مثال۔
28۔ محبوب۔
29۔ ملاقات کے۔
30۔ دُور رہنے کے۔
31۔ یعنی مرید کی مراد بن جانا۔
32۔ مخلوقات۔
33۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ایک حدیث قدسی کی عکاسی کر رہا ہے۔

بعض اربابِ تحقیق و توفیق نے فرمایا:

کبارِ صوفیائے کرام کے نزدیک یہ بھی[34] "ارادہ" ہی شمار ہوتا ہے کیونکہ عدمِ ارادہ کا "ارادہ" کرنا زیادتی[35] کے قبیل سے ہے اس میں غیر سے الگ ہو کر مقامِ فنا اور قضائے الٰہی کے پیشِ نظر حالتِ تسلیم و رضا کی جانب اشارہ ہے۔

اور[36] "رسول" پر جو تنوین ہے، وہ تعظیم و تکریم کے لیے ہے، تو اب گویا فرمانِ باری تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا مطلب یہ ہوا:

بیشک اے معززین! تشریف لائے تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول کریم ﷺ "ربِّ کریم جَلَّ جَلَالُہٗ" کی طرف سے کتابِ کریم[37] لے کر، اِس میں گویا کہ خوشی، باغات اور جنّتِ نعیم کی دعوت ہے اور لقائے کریم میں اضافے کی بشارت اور جہنم کی گرمی سے ڈرانے کا پیغام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ارشاد فرمایا:

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ۝[38]

ترجمہ: خبر دو میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

34۔ حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا قول۔
35۔ اضافہ۔
36۔ آیتِ مبارکہ "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ" میں۔
37۔ قرآن مجید۔
38۔ الحجر: ۴۹:۵۰۔

اس نبی کریم ﷺ کی عظمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ انبیاء کرام و رسل عظام سے یہ عہد و پیمان لیا گیا کہ اُن میں سے جو بھی رسول کریم ﷺ کی رسالت مبارکہ کا زمانہ پائے[39] تو وہ[40] آپ ﷺ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر آپ ﷺ پر ایمان لائے، آپ ﷺ کی مدد کرے اور آپ ﷺ کی عظمتوں کا چرچا کرے، جیسا مفسرین کرام نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اس قول کی تفسیر میں بھی اشارہ فرمایا ہے۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ[41]

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

اور حضور نبی کریم ﷺ نے[42] اسی بلند و بالا مقام کی طرف خود بھی

39۔ یعنی دنیا میں جب بھی حضور نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا جائے، اس وقت جو نبی علیہ السلام بھی وہاں موجود ہو، ورنہ محض رسالت مبارکہ کا زمانہ مراد نہیں کیونکہ ایسے تو ہر زمانہ میرے حضور ﷺ کا ہے۔

40۔ نبی علیہ السلام۔

41۔ آل عمران: ۸۱۔

42۔ اپنے۔

اس قول سے اشارہ فرمایا ہے:

لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا[43] وَسِعَهٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ.

ترجمہ: اگر[44] موسیٰ[45] آج زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے علاوہ چارہ نہ تھا۔[46]

نیز اسی طرح بلکہ اس سے کہیں بلند و بالا بزرگ تر مقام کی طرف[47] اس فرمان سے اشارہ کیا ہے:

آدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ[48]

ترجمہ: [49]آدم[50] اور ان کے علاوہ دیگر تمام لوگ قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

43۔ والصواب "مَا"۔ جیسا کہ دیگر روایات میں مذکور ہے۔

44۔ حضرت۔

45۔ علیہ السلام۔

46۔ دلائل النبوۃ: ص: ۴۶: رقم: ۷، سنن الدارمی: ج: ۱: ص: ۴۰۳: رقم: ۴۴۹، شعب الایمان: ج: ۱: ص: ۳۴۷: رقم: ۱۷۶/ ۱۷۴، مشکوۃ: کتاب الایمان: باب الاعتصام: ص: ۶۳: رقم: ۱۷۷، کشف الاستار: ج: ۱: ص: ۷۹: رقم: ۱۲۴، شرح السنۃ للبغوی: ج: ۱: ص: ۲۷۰: رقم: ۱۲۶، مسند احمد: ج: ۲۳: ص: ۳۴۹: رقم: ۱۵۱۵۶۔

47۔ اپنے۔

48۔ سنن الترمذی: کتاب المناقب: باب فضل النبی: ص: ۸۲۲: رقم الحدیث: ۳۶۱۵، مسند احمد: جلد: ۴: ص: ۳۳۰: رقم الحدیث: ۲۵۴۶، دلائل النبوۃ لابی نعیم: الفصل الرابع: ص: ۶۴: رقم الحدیث: ۲۳، دلائل النبوۃ للبیہقی: ج: ۵: ص: ۴۸۱: مسند ابی یعلی: ج: ۳: ص: ۵: رقم الحدیث: ۲۳۲۴۔

49۔ حضرت سیدنا۔

50۔ علیہ السلام۔

تو اب گویا اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے فرمان مقدس کا مطلب یوں ہو گا کہ تم لوگ جان لو بیشک یہ رسول[51] ظہورِ نوری دَر قالب صوری[52] کے اعتبار سے تمہاری طرف تشریف لائے ہیں، حالانکہ قلب حضوری کے اعتبار سے تو وہ ہمہ وقت ہماری بار گاہِ ناز میں حاضر و موجود رہتے ہیں اور اس حریم ناز سے لحہ بھر بھی دور نہیں ہوتے ہیں، پس آپ ﷺ تو "مجمع البحرین" ہیں۔

کیونکہ وہ تمہارے درمیان عارضی[53] ہیں جبکہ وہ[54] ہمارے قریب ترین ہیں اور[55] تم سے جدا ہونے والے اور ہمارے پاس آنے والے ہیں، تمہارے درمیان فرشی[56] جبکہ ہمارے یہاں وہ عرشی[57] ہیں، اِن تمام باتوں کے باوجود انہوں نے ہماری حریم ناز ہی کی طرف لوٹنا ہے اگرچہ کتنی ہی مدت طویل کیوں نہ ہو جائے۔

جیساکہ "رسول" اور "مرسل" کا مقصد حاصل ہو جانے کے بعد معاملہ ہوا کرتا ہے[58] پس اس میں خوشی کے ساتھ غم کی آمیزش بھی ہے جیساکہ

51۔ مکرم ﷺ۔
52۔ پیکر نور و صورت جسمانی۔
53۔ مسافر کی طرح قیام پذیر۔
54۔ محبوب کریم ﷺ تمہارے ساتھ رہنے کے باوجود۔
55۔ جلد ہی۔
56۔ فرش نشیں۔
57۔ عرش نشیں۔
58۔ یعنی رسول (بمعنی قاصد، پیغام رساں) جب اپنے مرسل (جس کا پیغام لے کر جارہا ہے) کا پیغام مرسل الیہ (جسے پیغام دینا ہے) تک پہنچادیتا ہے، تو رسول (قاصد) کو دوبارہ اپنے مرسل کے یہاں ہی لوٹنا ہوتا ہے، اسی معاملے کی طرف عبارت بالا میں اشارہ کیا گیا ہے۔

تمام دنیاوی نعمتوں میں ہوتا ہے کہ پہلے بقا کی صورت میں ظہور ہوتا ہے اور پھر فنا کی صورت میں عدم[59] اور یہ بھی نہایت عجیب معاملہ ہے کہ[60] دونوں ہی "ربیع الاوّل" میں واقع ہوئے۔

جیسا کہ تاریخی عجائبات میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت سیّدتنا اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی مقام "سرف"[61] میں واقع ہوئی، اسی جگہ اُن کا ولیمہ ہوا اور انہیں مبارک باد دی گئی اور پھر[62] اُن کا وصال بھی اسی مقام پر ہوا، اسی جگہ تدفین کی گئی اور وہیں آپ کی تعزیت کی گئی۔

پس پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ سے زندہ ہے، نہ اسے موت ہے نہ ہی فنا، نہ زوال ہے اور نہ ہی تغیر، تو تمام تعریفات اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی کے لیے ہیں، جس نے ہمیں اسلام کے ساتھ زندگی عطا فرماتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنایا، حالانکہ انبیائے کرام[63] اس بات کی تمنا کرتے رہے، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا، اِتمام نعمت اور انتہائی اکرام ہے، تو[64] پر لازم ہے کہ نہایت توجہ[65] کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اِرسال[66] میں "جائے ولادت شریف"

59۔ کبھی خوشی ملتی ہے تو کبھی غم۔
60۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا اور یہاں سے جانا۔
61۔ مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔
62۔ بعد میں۔
63۔ علیہم السلام۔
64۔ اہل محبت وسعادت۔
65۔ ذوق وشوق۔
66۔ ماہ ربیع الاوّل۔

کی طرف متوجہ ہو کر استقبال کریں اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے محض اپنے فضل و
کرم سے ان دو عظیم نعمتوں کو دو مکرم مقامات میں اہل حرمین کے لیے جمع فرما دیا،
اللہ تعالیٰ جل جلالہ روز قیامت تک اِن[67] کی عظمت و بزرگی میں اضافہ فرماتا رہے،
بایں طور کہ جائے ولادت مکہ مکرمہ اور مدفن[68] مدینہ منورہ بنایا گیا، اس مکان
کے مکین[69] پر افضل دُرود واکمل سلام ہوں۔

پس ہر شخص اپنی بساط بھر کوشش میں مصروف ہوا اور زیارت مولد
مولود کے لیے اس نے اچھے اچھے کام سرانجام دیے، تاکہ اسے کامیابی و کامرانی
نصیب ہو۔

مکہ مکرمہ میں برکات میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے شیخ المشائخ امام علامہ شمس الدین محمد سخاوی[70] نے ارشاد فرمایا:
مجھے کئی سالوں تک مکہ مکرمہ میں جائے ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک رسا
کا شرف حاصل ہوا اور جن برکات کو بزرگوں نے خاص طور پر[71] بیان کیا ہے، مَیں
نے انہیں بھی وہاں موجود پایا اور میں نے مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے بارہا اس مق
ولادت کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور اس جگہ کو جو عظیم و کریم "فخر جلیل
حاصل ہے، اس کے بارے میں غور و فکر کرنے سے میری فکر کو جلا نصیب ہوئی

67۔ مقامات۔

68۔ اقدس۔

69۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

70۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ انہیں بلند مقام عطا فرمائے۔

71۔ اس جگہ کے لیے۔

برکات میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید ارشاد فرمایا:

محفل میلاد شریف کی اصل[72] قرونِ ثلاثہ[73] کے سلف صالحین میں سے کسی بھی منقول نہیں، البتہ اِن کے بعد نیک مقاصد اور پُر خلوص اعمال کے پیشِ نظر اس عمل کا اِجرا ہوا اور پھر ہمیشہ سے اہل اسلام دنیا کے کونے کونے میں اس ماہ مبارک میں محافل میلاد شریف کرنے لگے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے مزید عظمت اور بزرگی عطا فرمائے۔

[74]میں مختلف اقسام کے کھانے اور دیگر پُر وقار اُمور کا اہتمام کیا کرتے ہیں اور اِس[75] کی رات میں طرح طرح کے صدقات کرتے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے بھلائی کے کاموں میں اضافہ کرتے ہیں، بلکہ وہ[76] مولود کریم[77] پڑھنے کا بطور خاص اہتمام کرتے ہیں، جس سے اُن پر برکات عظیم و انعامات کریم کا نزول و ظہور ہوتا ہے اور یہ بات تجربہ شدہ ہے، جیسا کہ امام شمس الدین ابن جزری مقری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا، کہ محافل میلاد کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ وہ سال امن و سلامتی والا رہتا ہے اور محفل میلاد کرانے والے کے جو بھی نیک مقاصد ہوتے ہیں یہ[78] اُن کی جلد حصول یابی کا باعث ہوتی ہے۔

72۔ ہیئت۔

73۔ زمانہ صحابہ کرام و تابعین وتبع تابعین عظام۔

74۔ اہل اسلام ان محافل میلاد۔

75۔ میلاد شریف۔

76۔ اہل اسلام۔

77۔ میلاد نامے، ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وارد صحیح احادیث و واقعات۔

78۔ محفل۔

ملک مصر میں محفل میلاد کا نرالا انداز

امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید ارشاد فرمایا:
مصر و شام کے باشندگان نے اس جانب بہت توجہ کی ہے، وہ اس طرح سے کہ اِن مقدس راتوں میں بادشاہِ مصر کسی بلند مقام پر رونق افروز ہوتا ہے۔
نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں سن ۷۸۵ھ میلاد شریف کی رات بادشاہ الظاہر برقوق رحمۃ اللہ علیہ کے قلعہ عالیہ میں حاضر تھا[79] تو وہاں کا منظر دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں بہت خوش بھی ہوا اور مجھے اس[80] میں کوئی برائی بھی نظر نہیں آئی۔
اس رات میں قراء، حاضرین، واعظین، خادمین، شعراء اور دیگر افراد پر جو کچھ نچھاور ہوا تو میں نے اُسے تحریر کیا، ۲۰ ہزار مثقال خالص سونا تھا اور اس میں کوئی ملاوٹ نہ تھی اس کے علاوہ کھانے، مشروبات، خوشبوؤں اور شمعیں وغیرہ کے مصارف مزید تھے نیز میں نے ۲۵ ایسے قراء حضرات کو دیکھا جو نہایت علمی فضائل کے حامل تھے، اُن میں سے ہر ایک کو بادشاہ اور دیگر امراء و وزراء کی طرف سے بیس بیس خلعتوں سے نوازا گیا۔

79۔ ۷۸۵ھ کا سن یہاں تفصیل کا محتاج ہے کیونکہ اگر تو مراد امام شمس الدین سخاوی ہوں تو اِن کا سن ولادت ۸۳۱ھ اور سن وصال ۹۰۲ھ ہے، تو اب وہ ۷۸۵ھ کو اس محفل میں کیسے شریک ہوئے اور اگر اس سے مراد ما قبل مذکور امام شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد اللہ شافعی جزری ہوں، تو بھی درست نہیں کیونکہ ان کا سن وصال ۶۶۰ھ ہے، لہٰذا یہ ۷۸۵ھ کا سن ان دونوں سے مطابقت نہیں رکھتا شاید یہاں "فاعل" نامعلوم ہے سن کی کتابت میں سہو ہوا ہے، واللہ اعلم۔
80۔ محفل میلاد۔

سلاطین مصر اور میلاد النبی ﷺ

امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

میں کہتا ہوں کہ سلاطین مصر[81] ہمیشہ حرمین شریفین کے خادم رہے ہیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انہیں بے شمار برائیوں و بے حیائیوں کے مٹانے کی توفیق بخشی ہے، یہ سلاطین اپنی رعیت کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتے جیسا کہ باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے اور عدل و انصاف کے حوالے سے انہیں کافی شہرت ملی ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے لشکر و مدد کے ذریعے سے انہیں قوت عطا فرمائی ہے جیسا کہ بادشاہ سعید شہید الظاھر ابو سعید جقمق محفل میلاد کو بہت اہمیت دیتا تھا اور اپنی کامیابی کے راستوں میں اس کی طرف متوجہ رہتا تھا۔

تقریباً تیس (۳۰) سے زائد قراء حضرات کی جماعت اس کی حکمرانی کے زمانے میں موجود تھی جو اکثر اوقات[82] ذکر جمیل کرتی رہتی تھی اور اس کی برکت سے بادشاہ کو بہت بڑی مشکلات و مصائب سے نجات و عافیت ملتی رہتی تھی

ملک اندلس و مغرب میں محفل میلاد

اسی طرح اندلس و مغرب[83] کے بادشاہوں کا بھی معمول تھا کہ وہ شب میلاد ائمہ کرام کی جماعت کو ساتھ لے کر نکلتے تھے اور جو کافر انہیں ملتا،

81۔ بادشاہان مصر۔

82۔ میلاد شریف کا۔

83۔ مراکش۔

اُسے کلمہ ایمان کی دعوت دیتے چلے جاتے، میں[84] گمان کرتا ہوں کہ اہل روم بھی اس روش میں دیگر سلاطین کے معمول سے کسی بھی طرح پیچھے نہیں رہے ہوں گے۔

پاک و ہند میں محافل میلاد النبی ﷺ کے رنگ

مجھے بعض اہل نقد و تحریر نے بتایا ہے کہ اہل ہند[85] تو اس معاملے میں دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ آگے ہیں۔[86]

باقی رہا دیگر عجم والوں کا معاملہ، تو میں کہتا ہوں کہ جب یہ مبارک مہینہ[87] آتا تو اہل عجم بھی اس میں بڑی بڑی مجالس و محافل کا انعقاد کرتے تھے اور ہر عام و خاص کے لیے مختلف اقسام کے کھانے پیش کیے جاتے، تلاوت کلام پاک ختم کیے جاتے، نیز دیگر اذکار کے ورد بھی جاری رہتے، عمدہ قصائد پڑھے جاتے اور مختلف خیر و بھلائی کے اُمور خوشی و سرور کے ساتھ سرانجام دیتے تھے حتیٰ کہ بعض عمر رسیدہ عورتیں چرخہ کات کر اس کی کمائی جمع کر کے اپنی بساط کے مطابق اکابر و اَعیان مشائخ و علماء کرام کو جمع کر کے اُن کی دعوت و ضیافت کا اہتمام کرتیں اور اس شبِ میلاد کی تعظیم و توقیر کے پیشِ نظر مشائخ کرام و علماء عظام میں سے کوئی بھی محافل میلاد میں حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا تھا بلکہ اس محفل کے انوار و سرور سے فیضیاب ہونے کی امید رکھتے ہوئے حاضر ہوتا تھا۔

84۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ۔

85۔ پاک و ہند کے باشندگان۔

86۔ الحمد للہ تادم ترجمہ یہی ذوق و شوق جاری ہے۔

87۔ ربیع الاوّل۔

اولیاء اللہ اور محفل میلاد کی تعظیم

ہمارے شیخ المشائخ مولانا زین الدین محمود ہمدانی نقشبندی قدس سرہ العالی کے بارے میں آتا ہے کہ جب سلطان زمانہ ہمایوں بادشاہ[88] نے حضرت شیخ موصوف کی زیارت کرنا چاہی تاکہ اس کی برکت سے اسے امداد و نصرت حاصل ہو، تو حضرت شیخ نے اِعراض فرماتے ہوئے اسے منع فرمادیا کہ وہ[89] ہمارے یہاں نہ آئے کیونکہ یہ لوگ اپنے ربّ جَلَّ جَلَالُہٗ کے فضل سے بادشاہوں کے محتاج نہیں ہوتے، تو یہ معاملہ دیکھ کر بادشاہ نے اپنے وزیر ''بیرم خان'' سے کہا کہ وہ ہی ملاقات کی کوئی صورت نکالے اگرچہ تھوڑی سی دیر کے لیے ہی کیوں نہ ہو، پس وزیر نے سن رکھا تھا کہ حضرت شیخ کسی بھی خوشی و غمی کی محفل میں کبھی شریک نہیں ہوتے البتہ محفل میلاد النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں اس کی تعظیم و توقیر کے پیش نظر شریک ہوتے ہیں۔

لہٰذا وزیر نے بادشاہ کو محفل میلاد کرانے کا مشورہ دیا تو بادشاہ نے شاہانہ انداز میں مختلف اقسام کے کھانے، مشروبات اور خوشبوؤں سے مملو محفل منعقد کرنے کا حکم دیا، جس میں اکابر ائمہ کرام کو بھی مدعو کیا گیا، تو حضرت شیخ ہمدانی بھی اپنے بعض احباب کے ساتھ اس محفل میلاد میں رونق افروز ہوئے تو بادشاہ نے احترام کے ساتھ لوٹا پکڑا اور وزیر نے نیچے کر کے طشت کو تھام لیا تاکہ انہیں حضرت شیخ کی نظر کرم حاصل ہو جائے پھر حضرت شیخ کے ہاتھ دھلائے گئے تو

88۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ انہیں غریق رحمت فرمائے اور اچھی جگہ نصیب فرمائے۔

89۔ بادشاہ۔

انہیں[90] اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تواضع و عاجزی اختیار کرنے کی برکات سے بلند مقام اور عظیم شان و اکرام حاصل ہوا۔

باشندگانِ مکہ مکرمہ اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید ارشاد فرمایا:

معدنِ خیر و برکت مکہ مکرمہ کے باشندوں کا معاملہ یوں ہے کہ وہ اس مکان کی طرف جاتے ہیں جس کے بارے میں تواتر کے ساتھ معروف ہے کہ وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت ہے اور یہ مکان "سوق اللیل" میں ہے[91] لوگ اس مقام پر اپنے مقاصد کی حصول یابی کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور "یوم عید" کو تو اس جگہ حاضری کے لیے نہایت درجہ اہتمام کرتے ہیں حتی کہ کوئی نیک و بد، کم نصیب و خوش بخت، اس حاضری سے پیچھے نہیں رہتا، بالخصوص "شریف حجاز" تو بغیر کسی پوشیدگی کے اعلانیہ حاضری دیتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ "شریف حجاز" اب[92] اس پابندی کے ساتھ وہاں حاضری نہیں دیتا[93] البتہ قاضی مکہ اور وہاں کے عالم فاضل برہانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نیا انداز اختیار کیا ہے کہ وہ اکثر مسافرین و زائرین کو کھانا کھلاتے ہیں اور کھانے کے اختتام پر کوئی میٹھی چیز بھی کھلایا کرتے ہیں اور اکثر لوگ شب میلاد

90۔ بادشاہ اور وزیر کو۔

91۔ اب اس جگہ سعودی حکومت نے کتب خانہ بنادیا ہے۔

92۔ امام سخاوی کے زمانے میں۔

93۔ بلکہ اب ہمارے زمانے میں تو وہاں کے حکمران اسے شرک و بدعت سمجھتے ہیں نعوذ باللہ۔

کی صبح اپنے گھروں پر شاندار دعوت کا اہتمام کرتے ہیں تاکہ اس کی برکت سے مصائب و آلام دُور ہو جائیں اور اب ان کے بیٹے "جمالی" اس طریقے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

میں[94] کہتا ہوں کہ اب اس زمانے میں وہاں کھانوں کے بجائے صرف دھواں دکھائی دیتا ہے اور مذکورہ بالا معاملات کی صرف خیالی خوشبوئیں ہی ملتی ہیں اور اب حال ایسا ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے بیان کیا:

أَمَّا الْخِيَامُ فَإِنَّهَا كَخِيَامِهِمْ ۔۔۔ وَأَرَى نِسَاءَ الْحَيِّ غَيْرَ نِسَائِهِمْ

ترجمہ: بہر حال یہ خیمے تو وہی خیمے ہیں لیکن میں ان میں اُس قبیلہ کی عورتوں کے علاوہ دوسری عورتیں دکھائی دے رہی ہیں۔

باشندگانِ مدینہ منورہ اور محافل میلاد النبی ﷺ

اہل مدینہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان میں روزافزوں اضافہ فرمائے، یہ محافل میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کے لیے پوری توجہ کے ساتھ انتظام واہتمام کیا کرتے ہیں

شاہ اربل اور محفل میلاد النبی ﷺ

"اربل" کا بادشاہ "مظفر" انتہائی عنایات و اہتمامات کے ساتھ شایان شان طریقے پر محافل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کرتا تھا: اس کے بارے میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ، صاحب استقامت، امام ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب[95]

94۔ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ۔

95۔ اَلْبَاعِثُ عَلَى اِنْكَارِ الْبِدَعِ وَالْحَوَادِثِ۔

میں اس کی تعریف بیان کی ہے اور کہا ہے کہ محافل میلاد ایک عمدہ و مستحب کام ہے، لہٰذا اس کے کرنے والے کا شکریہ ادا کیا جائے اور اس کام پر اس کی تعریف کی جائے گی۔

محفل میلاد سے ذلت شیطان

امام ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر اضافہ کرتے ہوئے فرمایا:

محفل میلاد سے شیطان کی تذلیل اور اہل ایمان کو شادمانی ہوتی ہے نیز مزید ارشاد فرمایا: جب "اہل صلیب"[96] نے نبی[97] کی پیدائش کو "عید اکبر" بنا رکھا ہے تو اہل اسلام[98] کی ایسی تکریم کے زیادہ حق دار ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ جب امام ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ہمیں تو اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے، تو شیخ ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں کوئی جواب نہیں دیا۔[99]

96۔ عیسائیوں۔

97۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام۔

98۔ اپنے نبی بلکہ نبی الانبیاء احمد مجتبیٰ ﷺ۔

99۔ ہمیں اہل کتاب کی مطلقاً مخالفت کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اُن کی بدعات وغیرہ میں مخالفت کا حکم دیا گیا ہے، اس توجیہ کی صورت میں شیخ ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

محفل میلاد النبی ﷺ کا احادیث سے ثبوت

امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے ارشاد فرمایا:

شیخ المشائخ، خاتم الائمہ، ابو الفضل ابن حجر[100] "اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے ڈھانپے اور باغات جنت میں سکونت بخشے" نے محفل میلاد النبی ﷺ پر[101] اصل[102] ثابت کی ہے اور ہر ذی علم شخص اس کے مستند ہونے کی طرف میلان رکھتا ہے اور وہ[103] صحیحین میں مروی ہے:

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَوَجَدَ الْیَهُوْدَ یَصُوْمُوْنَ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوْا هُوَ یَوْمٌ أَغْرَقَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ فِیْهِ فِرْعَوْنَ وَ نَجّٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَام فَنَحْنُ نَصُوْمُهُ شُکْرًا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ ﷺ فَأَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰی[104] مِنْکُمْ فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِیَامِهِ وَقَالَ اِنْ عِشْتُ (الحدیث).[105]

100۔ عسقلانی شافعی۔

101۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

102۔ اساسی دلیل۔

103۔ دلیل۔

104۔ علیہ السلام۔

105۔ صحیح بخاری: کتاب الصیام: باب: صیام یوم عاشوراء: ص:۴۸۰: رقم: ۲۰۰۴، مسلم شریف: کتاب الصیام: باب صوم یوم عاشوراء: ص: ۵۰۴: رقم: ۱۲۸/۱۲۷، مسند احمد: ج: ۴: ص: ۳۹۳: رقم: ۲۶۴۴، المصنف لعبد الرزاق: ج: ۴: ص:۲۸۸: رقم:۷۸۴۳، سنن ابن ماجہ: کتاب الصیام: باب صیام یوم عاشوراء: ص: ۳۰۲: رقم:۱۷۳۴، معجم الکبیر للطبرانی: ج: ۱۲: ص: ۲۴: رقم: ۱۲۳۶۲۔

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی یوم عاشوراء[106] کا روزہ رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے اُن سے اِس بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کی، یہ وہ دن ہے جس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ[107] کو نجات دی، تو ہم اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے شکر کے طور پر اِس دن کا روزہ رکھتے ہیں، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تم سے زیادہ موسیٰ کا حق دار ہوں، تو آپ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اسے رکھنے کے بارے میں حکم ارشاد فرمایا۔[108]

میں کہتا ہوں کہ ابتداءً بطورِ اُلفت آپ ﷺ نے ان کی موافقت فرمائی اور پھر مخالفت کا حکم[109] علی الاعلان ان کی مخالفت فرمائی۔

شیخ[110] نے فرمایا:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کسی احسان و نعمت کے حصول یا مصیبت کے دفع ہو جانے کے معین دن میں اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا شکر ادا کیا جائے اور اسی طرح ہر سال اُس دن کے آنے پر اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا شکر ادا کیا جائے[111]

106۔ دس محرم۔

107۔ علیہ السلام۔

108۔ الی آخر الحدیث۔

109۔ نازل ہو جانے کے بعد۔

110۔ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ۔

111۔ جیسا کہ اہل ایمان ہر سال میلاد النبی ﷺ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے اسے پر جوش انداز میں مناتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا شکر مختلف عبادات کے ذریعے بھی ادا کیا جاسکتا ہے جیسا کہ نماز، روزہ، تلاوت وغیرہ اور حضور نبی ﷺ کے میلاد سے بڑھ کر بھلا اور کون سی نعمت عظمیٰ ہوگی۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فرمان ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ میں بھی اس بات کی جانب اشارہ موجود ہے کہ آپ ﷺ کے تشریف لانے کے وقت کی تعظیم و تکریم کی جائے، لہٰذا مناسب ترین ہے کہ اس نعمت [112] کا شکر ادا کرنے کے لیے مذکورہ بالا عبادات کی صورتوں کو اختیار کیا جائے اور باقی رہا، سماع و لہو وغیرہ کا معاملہ، تو اِس میں سے جو مباح ہوں اور میلاد النبی ﷺ کی خوشیوں میں اضافے کا باعث بنیں تو اُسے اپنانے میں بھی حرج نہیں ہے لیکن اُن لہو و سماع میں سے جو مکروہ یا حرام ہیں، اُن سے البتہ منع کیا جائے گا اسی طرح مختلف فیہ اُمور سے بھی اجتناب ہی کا حکم دیا جائے گا۔

اور پسندیدہ یہ ہے کہ [113] میلاد النبی ﷺ کے مہینے کی تمام راتوں میں خوشی و مسرت کا اظہار کیا جائے، جیسا کہ حضرت امام ابن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے ہمیں ایک زاہد و عابد امام ابو اسحاق ابراہیم بن عبد الرحمن بن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش معلوم ہوئی کہ جب وہ مدینہ منورہ "اس مکان کے مکین پر افضل دُرود اور اکمل تحیات و سلام ہوں" میں تھے تو میلاد النبی ﷺ کے موقع پر لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے اور کہتے اگر میرے بس میں ہوتا تو میں پورے میلاد شریف کے مہینے میں ہر روز لوگوں کو کھانا کھلاتا۔

112۔ میلاد النبی ﷺ۔

113۔ حرام و مکروہ اور مختلف فیہ کاموں سے اجتناب کرتے ہوئے۔

معنوی محفل میلادُ النبی ﷺ

میں[114] کہتا ہوں:

جب میں نے خود کو ظاہری ضیافت[115] سے عاجز پایا تو میں نے یہ صفحات[116] لکھ دیے[117] تاکہ معنوی و نوری ضیافت ہی ہو جائے جو زمانے کے صفحات پر ہمیشہ باقی رہے اور یہ ضیافت کسی مہینے کے ساتھ خاص نہ ہو[118] میں نے اس کا نام ''اَلْمَوْرِدُ الرَّوِیُّ فِی الْمَوْلِدِ النَّبَوِیِّ ﷺ'' رکھا ہے۔

اور میلاد شریف کے بارے میں پڑھنے کے لیے انہیں باتوں پر اکتفا کرنا چاہیے جنہیں ائمہ حدیث نے اس موضوع[119] سے متعلق اپنی تصانیف میں بالخصوص ذکر کیا ہے مثلاً کتاب ''المورد الھنی'' یا ایسی کتب جو خاص طور پر تو میلاد شریف کے متعلق نہیں لکھی گئی لیکن اُس میں ضمنی طور پر میلاد النبی ﷺ کا ذکر موجود ہے مثلاً امام بیہقی کی ''دلائل النبوۃ'' اسی طرح ''لطائف المعارف'' جو امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اس سے بھی بیان کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

114۔ امام ملا علی قاری۔

115۔ کھانا کھلانے۔

116۔ گوہر نایاب و حسنات لاجواب۔

117۔ اور اسی طرح اِس عاجز ''ابو محمد غفرلہ'' نے اِسے اُردو کے قالب میں ڈھالا تاکہ۔

118۔ بلکہ جب بھی کوئی پڑھے، اِس سے لذت و سرور پائے۔

119۔ میلاد النبی ﷺ۔

[120] اکثر واعظین صرف جھوٹی و من گھڑت روایات بیان کرتے ہیں بلکہ وہ [121] انتہائی قبیح و شنیع روایات بیان کرتے ہیں جبکہ ایسی روایات کا بیان کرنا اور سننا ہر گز جائز نہیں بلکہ جسے اُن روایات کے باطل ہونے کا علم ہو جائے، اُس پر لازمی ہے کہ اِس کا انکار و اِبطال کرے اور انہیں پڑھنے سے روکے اور [122] میں خاص طور پر میلاد کا ذکر کرنا ضروری تو نہیں [123] بلکہ [124] صرف تلاوت قرآن پاک، کھانا کھلانے، صدقہ کرنے، نعتیں و قصائد زہدیات پڑھنے اور بھلائی و اُمورِ آخرت نیز حضور ختمی مرتبت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پڑھنے پر ہی اکتفا کرے۔

شانِ اوّلیت مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اور جان لو کہ فرمان باری تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ" میں اشارہ ہے کہ ایسی ہستی جو نبوت و رسالت اور عظمت و جلالت کے اوصاف سے موصوف ہے اس کے زمانہ کمال کے آنے کے اور ظہور کمال و جمال کے چمکنے کی طرف اشارہ ہے، یا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے "کُنْتُ نَبِیًّا

120۔ یہ تفصیل اس لیے بیان کی ہے کہ۔

121۔ لوگوں سے دادِ تحسین حاصل کرنے کی غرض سے نعوذ باللہ۔

122۔ محفل میلاد۔

123۔ کہ اس کے لیے جھوٹی روایات کا سہارا لیا جائے، یا کوئی یہ خیال کرتا ہو کہ واقعات میلاد کے بیان کیے بغیر میلاد شریف کی محفل ہی مکمل نہیں ہو گی تو ایسا ہر گز نہیں۔

124۔ اگر بالفرض درست و صحیح روایات کسی شخص کو نہ مل سکیں تو اسے چاہیے کہ۔

وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ"[125] اگرچہ حفاظ محدثین میں سے بعض نے کہا ہے کہ اِن الفاظوں کے ساتھ ہمیں اس حدیث کا علم نہیں ہے البتہ معنوی لحاظ سے یہ حدیث متعدد طریقوں سے مروی ہے، اُن میں سے ایک روایت امام احمد، امام بیہقی اور امام حاکم نے بھی ذکر کی اور اسے "صحیح الاسناد" کہا ہے کہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنِّي مَكْتُوبٌ عِنْدَ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ.[126]

ترجمہ: میں اللہ[127] کے یہاں اُس وقت بھی خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جبکہ آدم ابھی اپنے خمیر میں تھے۔

یعنی روح پھونکنے سے قبل گارے کی حالت میں پڑے ہوئے۔

نیز ایک روایت وہ بھی ہے جسے امام احمد[128] اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں ذکر کیا ہے نیز امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے کہ حضرت میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے عرض کی،

125۔ المقاصد الحسنۃ: ص: ۷۷۴: رقم: ۳۵۷، الدرر المنتثرۃ للسیوطی: ص: ۲۰۳: رقم: ۳۲۹، کشف الخفاء: ج: ۲: ص: ۱۳۲: رقم: ۲۰۱۷، فیض القدیر للمناوی: ج: ۵: ص: ۵۳: رقم: ۶۴۲۴۔

126۔ مستدرک للحاکم: ج: ۲: ص: ۷۰۵: رقم: ۴۲۳۴، مسند احمد: ج: ۲۸: ص: ۳۷۹: رقم: ۱۷۱۵۰، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ص: ۴۸: رقم: ۹/۱۰، التاریخ الکبیر للبخاری: ج: ۶: ص: ۶۸: رقم: ۱۷۳۶، دلائل النبوۃ للبیہقی: ج: ۲: ص: ۱۳۰، ابن حبان: ج: ۱۴: ص: ۳۱۳: رقم: ۶۴۰۴، طبقات ابن سعد: ج: ۱: ص: ۱۲۴۔

127۔ تعالیٰ جل جلالہٗ۔

128۔ نے مسند میں۔

یارسول اللہ! آپ کب سے نبی ہیں؟ تو حضور[129] نے ارشاد فرمایا: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ[130] جب کہ آدم ابھی روح و جسم کے درمیان تھے۔[131]

اور انہیں سے ایک اور جگہ مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ہاں لکھا ہوا تھا[132] اور امام ترمذی کی روایت کردہ یہ حدیث بھی ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "حسن" کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے عرض کی:

مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ.[133]

ترجمہ: آپ ﷺ کو نبوت کب عطا ہوئی؟ فرمایا: جب آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔

129۔ نبی کریم ﷺ۔

130۔ میں اُس وقت بھی نبی تھا۔

131۔ مستدرک للحاکم: ج: ۲: ص: ۷۱۵: رقم: ۴۲۶۸، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم: ج: ۹: ص: ۵۳، مشکوۃ: کتاب الفضائل: باب فضائل سید المرسلین: ص: ۱۶۰۴: رقم: ۵۷۵۸، المصنف لابن ابی شیبہ: ج: ۱۳: ص: ۲۰۴: رقم: ۳۷۵۵۰، معجم الصحابۃ لابن قانع: ج: ۲: ص: ۱۲۷: رقم: ۵۹۱، الاحادیث المختارۃ للمقدسی: ج: ۹: ص: ۱۴۳: رقم: ۱۲۴، مسند الفردوس: ج: ۳: ص: ۲۸۴: رقم: ۴۸۵۴۔

132۔ یہ الفاظ حضرت میسرۃ کی بعض مرویات میں زائد آئے ہیں۔

133۔ سنن الترمذی: کتاب المناقب: باب فضل النبی: ص: ۸۲۱: رقم: ۳۶۰۹: معجم الاوسط للطبرانی: ج: ۴: ص: ۲۷۲: رقم: ۴۱۷۵: طبقات ابن سعد: ج: ۹: ص: ۵۸: رقم: ۳۷۳۳: معجم الکبیر للطبرانی: ج: ۱۲: ص: ۹۲: رقم: ۱۲۵۷۱

نیز یہ حدیث بھی مروی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَأَنَا أَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ خَلْقًا وَآخِرُهُمْ بَعْثًا[134]

ترجمہ: میں انبیاء میں تخلیق کے لحاظ سے اوّل اور بعثت کے اعتبار سے آخری ہوں۔

عالم ملکوت میں شانِ محمدی کا اظہار

صحیح مسلم کی یہ حدیث مبارکہ بھی ہے جسے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ مَقَادِيرَ الْخَلْقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (قال) وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔[135]

ترجمہ: اللہ[136] نے زمین و آسمان کی تخلیق سے ۵۰ ہزار سال قبل مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں اور اُس وقت عرشِ الٰہی پانی پر تھا۔

اور جو کچھ اُم الکتاب یعنی لوحِ محفوظ میں لکھا گیا اُس میں یہ بھی تھا کہ "محمد خاتم النبیین" ہیں اور اس طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ملائکہ

134۔ الدر المنثور للسیوطی: ج:۱۱: ص: ۷۳۵: تفسیر طبری: ج: ۱۹: ص: ۲۳: دلائل النبوۃ لابی نعیم: ص: ۴۲: رقم: ۳: طبقات ابن سعد: ج:۱ ص: ۱۲۴۔

135۔ صحیح مسلم: کتاب القدر: باب حجاج آدم وموسیٰ: ص: ۱۲۲۵: رقم: ۲۶۵۳: سنن الترمذی: کتاب القدر: باب: ۱۸: ص: ۴۸۷: رقم: ۲۱۵۶: تفسیر الدر المنثور: ج:۸: ص: ۱۸۔

136۔ تعالیٰ جل جلالہ۔

مقربین کے سامنے ظاہر کرنے اور آپ ﷺ کی روح کو اعلیٰ علیین میں بلند کرنے سے مراد آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم تھی تاکہ تمام انبیاء کرام و مرسلین عظام میں آپ ﷺ کی ذات ممتاز ہو جائے پھر جب آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان جلوہ گر تھے، اس وقت نبوتِ محمدی کا اظہارِ خاص اس لیے کیا گیا کیونکہ ارواح کی عالم اجسام میں دخول کی ابتدا تھی اور یہی وقت تھا کہ اولادیں اپنے آباؤاجداد سے ممتاز ہو جائیں۔

امام سیّدنا حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "النفخ و التسویة" میں حضور نبی کریم ﷺ کے وجود ذاتی سے قبل وصف نبوت سے موصوف ہونے اور صفات کمال کے پائے جانے کے بارے میں[137] جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خلق سے یہاں مراد "تقدیر" ہے "ایجاد" نہیں کیونکہ ماں کے بطن میں آنے سے قبل مخلوق کا کوئی وجود نہیں ہوتا[138] البتہ غایات و کمالات تقدیر کے لحاظ سے مقدم ہوتے ہیں اور وجود کے اعتبار سے مؤخر۔

نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید ارشاد فرمایا:

اسی طرح اس مقولے کا معنیٰ بھی ایسا ہے "اَوَّلُ الْفِكْرَةِ اٰخِرُ الْعَمَلِ وَاٰخِرُ الْعَمَلِ اَوَّلُ الْفِكْرَةِ" یعنی پہلی سوچ آخری عمل کا اور آخری عمل پہلی سوچ[139]۔

137۔ ایک سوال کا۔

138۔ یعنی مخلوق کے وجود کی ابتدا شکم مادر سے ہوتی ہے۔

139۔ کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

حدیث "کُنتُ نَبِیًّا" کا مطلب

تو حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان[140] کا معنی بھی یوں ہی ہے کہ تقدیر[141] میں آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل بھی نبی تھا کیونکہ تخلیق سیدنا آدم علیہ السلام سے مقصود ہی یہ تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اولادِ آدم سے پیدا کرکے[142] اس مندرجہ بالا گفتگو کی تحقیقی روش اس طرح ہے کہ انجینئر[143] کے ذہن میں مکان کی تعمیر سے قبل ہی اس کا نقشہ موجود ہوتا ہے اور یہی ذہنی خاکہ بعد میں اُس مکان کے وجود خارجی کا سبب بنتا ہے اور در اصل یہ ذہنی خاکہ، اُس خارجی وجود سے مقدم ہی ہوتا ہے[144] اللہ تعالیٰ جل جلالہ تقدیر مقرر فرماتا ہے اور پھر اس تقدیر مقررہ کے مطابق تخلیق فرماتا ہے۔

امام حجۃ الاسلام سیدنا غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام تلخیص کے ساتھ ختم ہوا۔

حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بھی زیادہ اچھی بات کہی جو مقصود کو بڑی صفائی کے ساتھ بیان کر رہی ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

روایت میں آیا ہے کہ ارواح کی تخلیق اجسام سے قبل ہوئی تو[145] اشارہ ہے، آپ ﷺ کی روح مبارکہ کی طرف یا پھر آپ ﷺ کے بے شمار حقائق

140۔ کُنتُ نَبِیًّا۔

141۔ الٰہی۔

142۔ دنیا کے سامنے ظاہر کیا جائے۔

143۔ معمار۔

144۔ پس بلا تمثیل و مثال۔

145۔ (کُنتُ نَبِیًّا) سے۔

میں سے کسی ایک حقیقت کی طرف اور اِن حقائق کو اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا یا پھر جسے[146] اِن[147] و اطلاع نصیب فرمائے تو اُن حقائق میں سے، جسے چاہے، جب چاہے شرف وجود عطا فرماتا ہے، لہٰذا اِس اعتبار سے حقیقت محمدی ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت بھی موجود تھی۔

تو اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے حقیقت محمدی ﷺ کو یہ وصف عطا کیا کہ اس کی ماہیت کو پیدا کیا اور اِس وقت میں اپنے فیض[148] کا نزول اِس پر فرمایا، تو آپ ﷺ نبی ہو گئے اور حضور نبی کریم ﷺ کا نام مبارک عرش پر لکھا گیا تاکہ ملائکہ عظام و دیگر مخلوقات اِسے دیکھ کر جان لیں کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی بارگاہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی کتنی عظمت و مرتبت ہے، لہٰذا آپ ﷺ کی حقیقت تو اُسی وقت سے موجود تھی البتہ اِس حقیقت سے موصوف جسم ظاہری بعد میں[149] جلوہ گر ہوا۔

پس اسی وقت حضور نبی کریم ﷺ کو نبوت و حکمت اور جمیع اوصاف و کمالاتِ عظمت عطا ہوئے اور اِن کاموں میں ذرا بھی تاخیر نہیں ہوئی، البتہ تاخیر اس بات میں ہوئی کہ پاکیزہ اَصلاب مقدس اور اَرحام میں آپ ﷺ کے وجود[150] کا منتقل ہونا اور پھر بصورت اعلیٰ و اکمل وجود شریف کا ظہور پذیر ہونا[151]

146۔ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ۔

147۔ حقائق میں سے کچھ کی معرفت۔

148۔ خاص۔

149۔ مقررہ وقت پر۔

150۔ ظاہری۔

151۔ یہاں تاخیر سے مرتبہ ثانیہ مراد ہے۔

تو جس کسی نے بھی[152] تفسیر میں یہ مراد لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالَہٗ کے علم میں نبی ہونا مراد ہے تو اسے دراصل اِن معانی و مفاہیم تک رسائی ہی نہ ہو سکی کیونکہ علمِ الٰہی تو جمیع اشیاء کو محیط ہے۔

لہٰذا اس وقت وصف نبوت سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو موصوف کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس وقت میں نبوت کا وصف آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے ثابت و محقق تھ ورنہ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے کوئی تخصیص باقی نہیں رہتی کیونکہ علم الٰہی میں نبی ہونے کی حیثیت سے تو تمام انبیاء کا نبی ہونا معلوم ہی ہے۔

امام سیّدی قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالَہٗ کا "ارادہ" مخلوق کی پیدائش اور اُن کے رزق مقرر کرنے سے متعلق ہوا تو اس ربّ جلیل جَلَّ جَلَالَہٗ نے انوارِ صمدیہ سے بار گا احدیت میں "حقیقت محمدیہ" کو ظاہر فرمایا پھر اپنے علم و ارادہ کے موافق حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے تمام عالم بالا و زیریں کو تخلیق فرمایا پھر اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالَہٗ نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اُن کی نبوت سے مطلع فرمایا اور رسالت مبارکہ کی نوید و بشارت دی تو اس وقت آدم علیہ السلام کی وہی حالت تھی جو حدیث میں بیان ہوئی کہ "روح و جسم کے درمیان تھے"۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام مخلوقات کے لیے اصل الاصول ہیں

اس کے بعد حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ارواح کے چشمے پھوٹے[153] او حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ملاء اعلیٰ میں جلوہ گر ہوئے اور یہ رونق افروز ہونے کا منظ

152۔(کُنْتُ نَبِیًّا) کی۔
153۔ارواح کا ظہور ہوا۔

بڑا ہی حسین تھا پس حضور نبی کریم ﷺ نے اُن تمام ارواح کے لیے گویا "شیریں چشمہ" تھے تو حضور نبی کریم ﷺ مخلوقات کے لیے جنسِ عالی[154] ہیں اور تمام موجودات وانسانوں کے لیے "اصل الاصول" ہیں۔

لہٰذا اسم باطن کا زمانہ سعادت آپ ﷺ کے حق میں اپنی انتہا کو پہنچا بایں طور کہ آپ ﷺ کی حقیقت کا تعلق روح و جسم سے مربوط ہو گیا تو زمانہ سعادت کا حکم حضور نبی کریم ﷺ کے اسم ظاہر کی طرف منتقل ہو گیا اور حضور نبی مکرم ﷺ روح و جسم کے ساتھ[155] دنیا میں رونق افروز ہوئے پس حضور رسالت مآب ﷺ کا ظاہری خمیر اگرچہ مؤخر ہے لیکن[156] تو اُن کی قدر و منزلت کو تو جان ہی چکا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ رازوں کا خزینہ، نفوذِ اَمر کا مصدر ہیں، ہر حکم آپ ﷺ کی جانب سے ہی نافذ ہوتا ہے اور ہر خیر آپ ﷺ کی طرف سے دی جاتی ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

أَلَا بِأَبِیْ مَنْ كَانَ مَلِكًا وَّ سَيِّدًا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ وَاقِفُ

فَذَاكَ الرَّسُوْلُ الْاَ بْطَحِيُّ مُحَمَّدٌ لَهُ فِي الْعُلَا مَجْدٌ تَلِيْدٌ وَ طَارِفُ

أَتَى بِزَمَانِ السَّعْدِ فِيْ آخِرِ الْمُدَى وَكَانَ لَهُ فِيْ كُلِّ عَصْرٍ مَوَاقِفُ

إِذَا رَامَ أَمْرًا لَا يَكُوْن خِلَافَهُ وَلَيْسَ لِذَلِكَ الْاَمْرِ فِي الْكَوْنِ صَارِفُ

(۱) سنو! میرے والدین اس پر نثار! جو اُس وقت بھی بادشاہ و سردار تھے، جبکہ آدم علیہ السلام ابھی آب و گِل کے درمیان ہی تھے۔

154۔ کی حیثیت رکھتے۔

155۔ شایان شان طرز پر۔

156۔ اے ذی شعور۔

(۲) پس وہ رسول ابطحی محمد ﷺ ہی ہیں، جن کی بزرگی وعزت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

(۳) یہ رسول گرامی قدر! اگرچہ آخری مبارک زمانے میں تشریف لائے لیکن اِن کی قدر و منزلت کے نشان ہر زمانے میں پیوستہ تھے۔

(۴) جب یہ رسول مکرم ﷺ کسی کام کا ارادہ فرمالیں، تو اس کے خلاف ہر گز نہیں ہوتا اور دنیا بھر میں کسی کو اس کے ٹالنے کی مجال نہیں۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہم نے امام ابو سہل القطان کی امالی میں سہل بن صالح سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے سوال کیا کہ حضور رسالت مآب ﷺ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے کیسے مقدم ہیں حالانکہ آپ ﷺ تو تمام انبیائے کرام کے بعد جلوہ گر ہوئے ہیں؟ تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اولادِ آدم کو اِن کی پشتوں سے نکال کر اور اُن کو انہیں پر گواہ بناتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" تو حضور نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے عرض کی تھی "بلیٰ"۔

امام ابن سعد نے حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی[157] یارسول اللہ! آپ ﷺ کب سے نبی ہیں؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے

157۔ کہ حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی گئی۔

ارشاد فرمایا:

وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ حِيْنَ أُخِذَ مِنِّي الْمِيْثَاقُ.[158]

[159]جبکہ آدم[160] ابھی روح و جسم کے درمیان تھے، تو مجھ سے میثاق لیا گیا۔

یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر مبارک کو تیار کر کے اِس سے حضور نبی کریم ﷺ کو نکالا گیا اور نبوت کی اطلاع دے کر آپ ﷺ سے میثاق لیا گیا اور پھر اس نکالے ہوئے وجود کو لوٹا دیا گیا تاکہ مقررہ وقت پر وجودِ ظاہری کی صورت جلوہ گر ہوں تو حضور نبی کریم ﷺ ہی اول مخلوق ہیں اور تخلیق آدم علیہ السلام جو اولاً ہوئی[161] وہ تو بلا روح تھی لیکن حضور نبی کریم ﷺ کو جب نکالا گیا اور نبوت سے مطلع کرتے ہوئے میثاق لیا گیا تو اُس وقت آپ ﷺ زندہ تھے، اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں باعتبارِ تخلیق مقدم اور باعتبارِ بعثت مؤخر ہیں۔

اور یہ بات ہرگز مذکورہ بالا اَمر کے خلاف نہیں کہ اولاد آدم کو تو وجود حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکنے کے بعد دیا گیا[162] حضور نبی کریم ﷺ کو اس خاص طریقے پر نکالنے سے مقصود اولادِ آدم میں خصوصیت عطا فرمانا تھا، اسی لیے انہیں روح پھونکنے سے قبل نکالا گیا۔

158۔ طبقات ابن سعد: ج:۱ص: ۱۲۳۔

159۔ اُس وقت سے۔

160۔ علیہ السلام۔

161۔ یعنی جو خمیر مبارک بنا اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا اوّل ہونا ہرگز لازم نہیں آتا کیونکہ۔

162۔یعنی نکالا گیا اگرچہ عام طریقہ تو یہی ہے لیکن۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت سیّدنا علی و حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے فرمان باری تعالیٰ "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ" کے بارے میں روایت موجود ہے:

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے جس بھی نبی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ان سے حضور نبی کریم ﷺ کی بابت عہد لیا گیا کہ اگر تم میں سے کسی کی حیات ہی میں حضور نبی کریم ﷺ کو بھی مبعوث کر دیا جائے تو وہ ضرور بالضرور ان پر ایمان لائے گا اور ان کی معاونت و نصرت کرے گا اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوموں سے بھی یہی عہد و پیمان لیں گے۔

حضرت سیّدنا امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ آیت سے مراد لیا ہے:

کہ اگر بالفرض حضور نبی کریم ﷺ ان انبیاء کرام کے زمانوں میں تشریف لے بھی آتے تب بھی آپ ﷺ ہی اُن کے رسول ہوتے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت جمیع مخلوقات حضرت آدم علیہ السلام تا روزِ قیامت سب ہی کو شامل ہے۔

تو اِس طرح سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اُن کی اُمتیں در اصل حضور ختمی مرتبت ﷺ ہی کی اُمت ہیں اور آپ ﷺ کا فرمان "بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً" میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔[163]

163۔ مسند احمد: ج: ۳: ص: ۴۷۲: رقم: ۷۴۲: بخاری: کتاب الصلوٰۃ: باب جعلت لی الارض مسجدا: ص: ۱۱۸: رقم: ۴۳۸: مسلم: کتاب المساجد: ص: ۲۳۷: رقم: ۳: سنن الکبری للبیہقی: ج: ۱: ص: ۳۲۶: رقم: ۱۰۱۹: الضعفاء للعقیلی: ج: ۲: ۳۷۶: رقم: ۴۴۹۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ظاہری زمانے سے قبل بھی تمام لوگوں کو شامل ہے[164]
اس تفصیل سے ''کُنۡتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیۡنَ الرُّوۡحِ وَالۡجَسَدِ'' کا معنیٰ بھی ظاہر ہو گیا نیز روزِ قیامت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جھنڈے[165] تلے انبیائے کرام کے جمع ہونے اور شبِ معراج نماز میں اُن تمام کی امامت کرانے کی حکمت بھی معلوم ہو گئی۔

میں کہتا ہوں کہ اس تفصیل کی تائید امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس فرمان سے بھی ہو رہی ہے جو انہوں نے فرمانِ باری تعالیٰ جل جلالہ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۙ﴾[166] ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہو۔﴾ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: [167] ملائکہ اور اس کے ماسوا تمام مخلوق کو بھی شامل ہے۔

حدیث نور کی تجلیات

حضرت سیّدنا عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا انہوں نے عرض کی:
یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ

164۔ الناس سے مراد ما قبل و مابعد سب مراد ہیں اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان تمام کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔

165۔ لواء الحمد۔

166۔ الفرقان: ۱۔

167۔ یعنی نَذِیۡرًا کا لفظ۔

نے تمام اشیاء میں سے کسے پہلے تخلیق فرمایا؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے جابر! اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی [168] کے نور کو اپنے نور [169] سے پیدا فرمایا پس یہ نورِ محمدی اللہ جل جلالہ کی قدرت سے جہاں چاہتا، گردش کرتا رہتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت، نہ جہنم، نہ فرشتے، نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن، نہ انسان [170] پھر جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مخلوق کو شرف وجود عطا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اِس نور کے چار اجزاء کیے، پس پہلے جزء سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنا اور چھوتھے جزء کے مزید چار حصے فرمائے، لہٰذا پہلے حصے سے حاملین عرش [171] دوسرے سے کرسی، تیسرے سے [172] کے علاوہ بقیہ فرشتے بنائے اور چوتھے حصے کے مزید چار اجزاء کیے پس پہلے حصے سے آسمان، دوسرے سے زمین، تیسرے سے جنت و جہنم بنائے اور چوتھے حصے کو مزید چار اجزاء میں تقسیم فرمایا، اِن میں سے پہلے سے مؤمنین کی آنکھوں کا نور، دوسرے سے مؤمنین کے دلوں کو نور، "اور یہ معرفت ربانی ہے" تیسرے سے مؤمنین کی زبانوں کا نور "اور یہ توحید ہے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" بنایا۔

168۔ محمد مصطفیٰ ﷺ۔

169۔ کے فیض۔

170۔ الغرض مخلوقات میں سے نورِ محمدی کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

171۔ ملائکہ۔

172۔ حاملین عرش۔

میں کہتا ہوں کہ اس معنیٰ کی طرف اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے اس فرمان ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ﴾[173] ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال۔﴾ میں بھی اشارہ فرمایا گیا ہے۔

یعنی نور محمد ﷺ کی شان ﴿كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌؕ﴾[174] ترجمہ: ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔﴾ کی سی ہے اور نورِ محمدی ﷺ کے بعد سب سے پہلی مخلوق کون سی ہے، اِس بارے میں علمائے کرام نے اختلاف کیا ہے۔

پس ایک قول یہ ہے کہ عرش ہے جیسا کہ اِس بارے میں صحیح حدیث موجود ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ مَقَادِيْرَ الْخَلْقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ.[175]

ترجمہ: اللہ[176] نے زمین و آسمان کی تخلیق سے ۵۰ ہزار سال قبل مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں اور اُس وقت عرش الٰہی پانی پر تھا۔

تو یہ روایت اس بارے میں صریح ہے کہ تقدیریں عرش الٰہی کی تخلیق کے بعد مقرر ہوئیں یعنی تقدیروں کا[177] قلم کی تخلیق کے وقت ہوا جیسا کہ

173۔ النور: ۳۵۔
174۔ النور: ۳۵۔
175۔ صحیح مسلم: کتاب القدر: باب حجاج آدم وموسیٰ: ص: ۱۲۲۵: رقم: ۲۶۵۳: سنن الترمذی: کتاب القدر: باب: ۱۸: ص: ۴۸۷: رقم: ۲۱۵۶: تفسیر الدر المنثور: ج: ۸: ص: ۱۸۔
176۔ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ۔
177۔ تقرر۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے[178]۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ وَقَالَ لَہٗ اُکْتُبْ قَالَ رَبِّ وَمَا اَکْتُبُ قَالَ اُکْتُبْ مَقَادِیْرَ الْخَلْقِ کُلَّ شَیْءٍ۔[179]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا لکھ! تو اس نے عرض کی اے میرے رب جل جلالہ! کیا لکھوں؟ ارشاد فرمایا: تمام مخلوقات کی تقدیریں لکھ۔

اسے امام احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے "صحیح" کہا ہے لیکن امام ابن رزین[180] عقیلی کی صحیح مرفوع حدیث ہے جسے امام احمد اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے کہ پانی کو عرش سے پہلے پیدا کیا گیا۔

[امام ترمذی کی روایت یوں ہے، قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ خَلْقَہٗ قَالَ کَانَ فِیْ عَمَاءٍ مَا تَحْتَہٗ ھَوَاءٌ وَمَا فَوْقَہٗ ھَوَاءٌ وَخَلَقَ عَرْشَہٗ عَلَی الْمَاءِ۔[181]]

نیز فرمان باری تعالیٰ جل جلالہ ﴿وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ﴾[182] ترجمہ: اور اِس کا عرش پانی پر تھا۔﴾ میں بھی اس بات پر اشارہ و دلالت موجود ہے۔

178۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

179۔ سنن الترمذی: کتاب القدر: ۱۷: ص: ۴۸۶: رقم: ۲۱۵۵: سنن ابی داؤد: کتاب السنۃ: باب فی القدر: ص: ۸۵۰: رقم: ۴۷۰۰: مشکوۃ المصابیح: باب الایمان بالقدر: ص: ۳۴: رقم: ۹۴۔

180۔ لقیط بن عامر۔

181۔ سنن الترمذی، کتاب التفسیر: باب و من سورۃ ھود: ص: ۶۹۸: رقم: ۳۱۰۹۔

182۔ سورۃ ھود: ۷۔

حضرت امام سدّی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد سندوں سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے پانی سے قبل کسی مخلوق کو پیدا نہیں فرمایا۔

لہٰذا پتا چلا کہ تمام اشیاء سے علی الاطلاق نورِ محمدی ﷺ پہلے ہے پھر اس کے بعد پانی پھر عرش اور پھر قلم پس نورِ محمدی ﷺ کے علاوہ دیگر اشیاء میں اوّلیت "اضافی" ہے[183]

جبینِ آدم میں تابش نورِ محمدی ﷺ

روایات میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو نورِ محمدی ﷺ کو اِن کی پشت میں رکھ دیا[184] وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں چمکتا رہا پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی مملکت کے تخت پر متمکن فرمایا اور ملائکہ کرام نے انہیں اپنے کندھوں پر اٹھایا تو حکم ربانی جل جلالہ ہوا[185] پس فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اٹھائے ہوئے آسمانوں کی سیر کرائی تاکہ وہ عالم ملکوت کے عجائبات کا مشاہدہ کرلیں۔

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

روح حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کے سر مبارک میں سو سال تک ٹھہری رہی اور اسی طرح سینہ اقدس میں بھی سو سال تک قیام فرمایا اور اسی طرح اِن کی پنڈلیوں اور قدموں میں سو سال تک قیام پذیر رہی پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے

183۔ حقیقی نہیں۔

184۔ شدتِ وضوح وچمک کی وجہ سے۔

185۔ کہ اسے عالم ملکوت کی سیر کراؤ۔

حضرت آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات کے نام سکھائے اور تمام فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا، یہ سجدہ تعظیم و تحیت کے طور پر تھا جیسا کہ حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کیا تھا، سجدۂ عبادت ہرگز نہیں تھا[186] تو مسجود[187] حقیقتاً اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی کی ذات تھی اور حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام تو صرف قبلہ تھے۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[188]بروز جمعہ زوال سے عصر[189] پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب والی پسلیوں میں سے پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام اس وقت آرام فرما رہے تھے اور ان کا نام "حواء" رکھا گیا کیونکہ وہ زندہ انسان سے تخلیق ہوئیں تھیں۔

حضرت اماں حواء علیہا السلام کا حق مہر دُرودِ محمدی

پس جب سیّدنا آدم علیہ السلام بیدار ہوئے اور انہوں نے دیکھا تو تسکین محسوس کی اور اُن کی طرف ہاتھ بڑھایا تو فرشتوں نے عرض کی اے آدم! ذرا ٹھہریے، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کیوں؟ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اِسے میرے لیے ہی پیدا فرمایا ہے، فرشتوں نے عرض کی پہلے اِن کا مہر ادا کریں آپ علیہ السلام نے پوچھا، اِس کا مہر کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تین مرتبہ دُرود بھیجیں۔

186۔ کیونکہ وہ تو صرف اور صرف ربّ جلیل کے لیے ہی شایاں ہے۔
187۔ جسے سجدہ کیا گیا۔
188۔ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ۔
189۔ کے درمیان ہوا۔

سیدنا امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "سلوۃ الاحزان" میں ذکر کیا ہے:

جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے ان[190] سے قربت کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے مہر طلب کیا حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب جلیل جل جلالہ سے عرض کی، اے میرے رب! میں اسے کیا چیز دوں؟ تو ارشاد ہوا، اے آدم! میرے حبیب محمد بن عبد اللہ[191] پر ۲۰ مرتبہ دُرود بھیجو۔

میں[192] کہتا ہوں کہ شاید تین ۳ مرتبہ[193] مہر معجل تھا اور بیس ۲۰ مرتبہ مہر مؤجل۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ يَارَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَلَّا غَفَرْتَ لِيْ؛ فَقَالَ اللهُ تَعَالٰى يَاآدَمُ وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْهُ؛ قَالَ لِاَنَّكَ يَارَبِّ لَمَّا خَلَقْتَنِيْ بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوْحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَرَأَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلٰى اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ فَقَالَ اللهُ تَعَالٰى صَدَقْتَ يَاآدَمُ اِنَّهُ اَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيَّ وَاِذَا سَأَلْتَنِيْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ۔[194]

190۔ بی بی حواء علیہا السلام۔

191۔ ﷺ۔

192۔ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ۔

193۔ دُرود پاک۔

194۔ مستدرک للحاکم: ج: ۲: ص: ۷۲۲: رقم: ۴۲۸۷، ودلائل النبوۃ للبیہقی: ج: ۵: ص: ۴۸۹، الدر المنثور: ج: ۱: ص: ۳۱۴، معجم الصغیر للطبرانی: ج: ۲: ص: ۸۲۔

ترجمہ: جب حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے عرض کی، اے میرے رب! میں بحق محمد ﷺ تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرمادے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا، اے آدم! تو نے محمد[195] کو کیسے جانا حالانکہ میں نے اسے ابھی[196] پیدا ہی نہیں فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی، اے میرے رب جل جلالہ! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح[197] مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنے سر کو بلند کیا سو میں نے عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا پایا "لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسولُ اللہ" پس میں جان گیا کہ جس نام کو تو نے اپنے نام مبارک کے ساتھ رکھا ہے، وہ بلا شبہ مخلوق میں تیرا محبوب ترین ہے، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا، اے آدم! تو نے سچ کہا بے شک وہ میرے نزدیک تمام مخلوقات سے زیادہ محبوب تر ہے اور جبکہ تو نے مجھ سے اس کے حق کے ساتھ سوال کیا ہے، تو میں تجھے بخش دیتا ہوں اور اگر محمد[198] نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔

اسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت عبد الرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اس کی سند میں حضرت عبد الرحمن "متفرد" ہیں نیز اس روایت کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام طبرانی نے اسے روایت کرتے ہوئے اتنے الفاظوں کا اضافہ کیا ہے

195۔ ﷺ۔

196۔ ظاہری۔

197۔ خاص۔

198۔ ﷺ۔

"وَهُوَ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ" یعنی وہ اولادِ آدم میں سے آخری نبی ہوں گے۔[199]

حضرت سیّدنا امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

هَبَطَ جِبْرِيْلُ عَلَى النَّبِيِّ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ اِنْ كُنْتُ اِتَّخَذْتُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا فَقَدْ اِتَّخَذْتُكَ حَبِيْبًا وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمُ عَلَيَّ مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَاَهْلَهَا لِاُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِيْ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا.

ترجمہ: ایک مرتبہ جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو عرض کی آپ کا ربّ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے اگر میں نے ابراہیم[200] کو خلیل بنایا ہے تو آپ[201] کو حبیب بنایا ہے اور میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ مکرم و معزز نہیں بنائی اور میں نے تو دنیا و اہلِ دنیا کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے تاکہ انہیں اپنی بارگاہ میں تیری قدر و منزلت سے روشناس کراؤں اگر تو نہ ہوتا تو میں دنیا ہی کو پیدا نہ کرتا۔[202]

199۔ موجودہ معجم الصغیر للطبرانی میں یہ الفاظ زائد ہیں: فَاَوْحَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَيْهِ يَا آدَمُ اِنَّهٗ آخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَاِنَّ اُمَّتَهٗ آخِرُ الْاُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَاهُ يَا آدَمُ مَا خَلَقْتُكَ۔

200۔ علیہ السلام۔

201۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

202۔ مواہب اللدنیہ للقسطلانی: ج:۱: ص: ۸۳۔

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ ولی وعارف سیدی علی الوفودی رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر دے کیا خوب فرمایا:

سَکَنَ الْفُؤَادُ فَعِشْ هَنِيئاً يَاجَسَدْ ۔۔۔ هٰذَا النَّعِيمُ هُوَ النَّعِيمُ إِلَى الْأَبَدْ

رُوحُ الْوُجُودِ خَيَالُ مَّنْ هُوَ وَاحِدٌ ۔۔۔ لَوْلَاهُ مَا تَمَّ الْوُجُوْدَ لِمَنْ وَجَدْ

عِيْسٰى وَآدَمُ وَالصُّدُوْرُ جَمِيْعُهُمْ ۔۔۔ هُمْ أَعْيُنٌ هُوَ نُوْرُهَا لَمَّا وَرَدْ

لَوْ أَبْصَرَ الشَّيْطَانُ طَلْعَةَ نُوْرِهِ ۔۔۔ فِيْ وَجْهِ آدَمَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَجَدْ

أَوْ لَوْ رَأَى النَّمْرُوْدُ نُوْرَ جَمَالِهِ ۔۔۔ عَبَدَ الْجَلِيْلَ مَعَ الْخَلِيْلِ وَلَا عَنَدْ

لٰكِنْ جَمَالُ اللهِ جَلَّ فَلَا يُرٰى ۔۔۔ إِلَّا بِتَخْصِيْصٍ مِّنَ اللهِ الصَّمَدْ

(۱) سکونِ دل میسر ہے، پس اے جسم! تو بھی خوشی کے ساتھ زندگی گزار کہ یہی نعمت ہمیشہ رہنے والی ہے۔

(۲) روحِ وجود اُسی ذات یکتا کا پر تو خیال ہے اگر وہ نہ ہوتے تو موجودات کا وجود ہی مکمل نہ ہوتا۔

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام اور تمام مکرم شخصیات[203] آنکھیں ہیں جبکہ وہ[204] ہر آنکھ کا نور[205] ہے۔

(۴) اگر شیطان جبین سیّدنا آدم علیہ السلام میں اِن کی تابشوں کی جھلک دیکھ لیتا، تو سب سے پہلے سجدہ کرنے والوں میں ہو جاتا۔

203۔ ان کی مثال۔

204۔ ذات یکتا و بے مثال۔

205۔ وسرور۔

(۵) اگر نمرود اُس جمال نور کی جھلک دیکھ لیتا، تو حضرت سیّدنا خلیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر ربّ جلیل جل جلالہ کی عبادت کرنے لگتا اور ہرگز سرکشی نہ کرتا۔

(۶) لیکن جمال الٰہی بہت برگزیدہ ہے، لہٰذا[206] اسے دیکھ نہیں پاتا، ہاں جس کے لیے خدائے بے نیاز مخصوص کردے[207]۔[208]

تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت حواء علیہا السلام کو حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کی تسکین کے لیے پیدا فرمایا تھا تاکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے تسکین حاصل کریں، لہٰذا جب حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام، حضرت حواء علیہا السلام کے قریب گئے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اُن پر برکات کا فیضان انڈیل دیا تو ان حسین و بابرکت مواقع میں انہوں نے ۲۰ حملوں میں ۴۰ بچے پیدا کیے[209] جبکہ اسی دوران حضرت سیّدنا شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے تو یہ تکریم تھی اُس ہستی کی وجہ سے جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نبوت سے مطلع[210] فرمایا تھا۔

پھر جب سیّدنا آدم علیہ السلام کا وصال ہوا تو حضرت شیث علیہ السلام[211] اپنی اولاد پر وصی بنائے گئے پھر حضرت سیّدنا شیث علیہ السلام نے سیّدنا آدم علیہ السلام کی وصیت کے مطابق اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ اس نور[212] کو صرف پاکیزہ عورتوں ہی میں

206۔ ہر کوئی۔
207۔ وہ ان تجلیات کا مشاہدہ کرلیتا ہے۔
208۔ مواہب اللدنیہ للقسطلانی: ج:۱: ص: ۸۳۔
209۔ ہر حمل میں جڑواں بچے ہوتے تھے۔
210۔ و مشرف۔
211۔ اس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔
212۔ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔

رکھا جائے، اِس طرح سے یہ وصیت زمانہ دَر زمانہ چلتی رہی حتی کہ یہ نورِ محمدی ﷺ حضرت سیّدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور پھر اِن کے بیٹے حضرت سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک آن پہنچا اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس نسب شریف کو جاہلیت کی برائیوں سے محفوظ رکھا جیسا کہ احادیث مبارکہ میں آیا ہے۔

نسب محمدی کی طہارت وپاکیزگی

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "سنن" میں حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا وَلَدَنِي مِنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ شَيْءٌ مَا وَلَدَنِي إِلَّا نِكَاحٌ كَنِكَاحِ الْإِسْلَامِ.[213]

ترجمہ: میری ولادت میں جاہلیت کی برائیوں میں سے کوئی شئی نہیں تھی بلکہ میری ولادت تو اسلامی نکاح کے مطابق ہوئی ہے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سفاح" کا معنی ہے "زنا" لیکن یہاں مراد کسی عورت کا کسی اجنبی مرد سے[214] عرصے تک ناجائز تعلق قائم کرنا اور پھر بعد میں نکاح کر لینا ہے۔

213۔ سنن الکبری للبیہقی: ج: ۷: ص: ۳۰۷: رقم: ۱۴۰۷۶، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۳: ص: ۴۰۰: رقم: ۷۵۷، البدایۃ لابن کثیر: ج: ۳: ص: ۳۶۳، مواھب اللدنیہ: ج: ۱: ص: ۸۶۔

214۔ بلا نکاح۔

امام ابن سعد اور امام ابن عساکر نے حضرت ہشام بن محمد السائب کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

كَتَبْتُ لِلنَّبِيِّ خَمْسَمِائَةِ أُمٍّ فَمَا وَجَدْتُ فِيهِنَّ سِفَاحًا وَلَا شَيْئًا مِمَّا كَانَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ.[215]

ترجمہ: میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی پانچ سو ماؤں[216] کے حالات لکھے ہیں تو میں نے اُن میں سے کسی کو بھی بدکاری یا جاہلیت کی کسی بے حیائی و برائی میں مبتلا نہیں پایا۔

حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ أُخْرَجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلَى أَنْ وَلَدَنِي أَبِي وَأُمِّي لَمْ يُصِبْنِي مِنْ سِفَاحِ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ شَيْءٌ.[217]

ترجمہ: میں نکاح کے ذریعے پیدا ہوا ہوں، حضرت آدم[218] سے لے مجھے میرے والدین کے پیدا کرنے تک "سفاح" کا کوئی دخل نہیں تھا اور نہ ہی زمانہ جاہلیت کی کسی برائی نے مجھے چھوا ہے۔

215۔ البدایۃ لابن کثیر: ج:۳: ص: ۳۶۴: مواھب اللدنیہ للقسطلانی: ج:۱: ص: ۸۶: طبقات ابن سعد: ج:۱: ص: ۴۲۔

216۔ اُمہات النبی۔ اس میں غالباً دادیاں اور نانیاں وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔

217۔ تاریخ دمشق لابن عساکر: ۳: ص: ۴۸: رقم: ۵۶۰، معجم الاوسط: ج: ۵: ص: ۸۰: رقم: ۴۷۲۸، مجمع البحرین للہیثمی: ج: ۶: ص: ۱۲۵: رقم: ۳۴۸۳، تاریخ جرجان للسہمی: ص: ۳۶۱، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ص: ۵۷: رقم: ۱۴، البدایۃ لابن کثیر: ۳: ص: ۳۶۴۔

218۔ علیہ السلام۔

اسے امام طبرانی نے[219] الاوسط میں، امام ابو نعیم اور امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے، اسی طرح امام ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَمْ يَلْتَقِ أَبَوَايَ قَطُّ عَلَى سِفَاحٍ لَمْ يَزَلِ اللهُ يَنْقُلُنِيْ مِنَ الْأَصْلَابِ الطَّيِّبَةِ إِلَى الْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ مُصَفًّى مُهَذَّبًا لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ إِلَّا كُنْتُ فِيْ خَيْرِهِمَا.[220]

ترجمہ: میرے والدین نے کبھی بدکاری کا کوئی کام نہیں کیا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ اَرحام میں ستھرا بنا کر منتقل کیا پھر جیسے جیسے تقسیم ہوتی رہی میں سب سے بہتر میں منتقل ہوتا رہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمان باری تعالیٰ ﴿وتقلبك فی الساجدین﴾ کی تفسیر میں منقول ہے، فرمایا: ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتا رہا تا آنکہ نبی بنا کر پیدا کیا گیا۔[221]

اسے امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور اسی کی مثل کو امام ابو نعیم نے بھی روایت کیا ہے۔

219۔ معجم۔

220۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم: ص: ۵۷: رقم: ۱۵، مواہب اللدنیہ للقسطلانی: ج:۱ ص:۸۶، الحاوی للفتاوی: ج: ۲: ص: ۱۹۹، مسالک الحنفاء للسیوطی: ص: ۴۴، الدرج المنیفہ للسیوطی: ص: ۵۵، البدایۃ لابن کثیر: ج: ۳: ص: ۳۷۰۔

221۔ مواہب اللدنیہ للقسطلانی: ج:۱: ص: ۸۶۔

ایمان والدین کریمین

اس مقام پر ایک تنبیہ ذہن نشین رہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انبیائے کرام کی پاکیزہ پشتوں میں منتقل ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تمام آبائے عظام انبیاء ہی تھے[222] کیونکہ یہ بات تو اجماع کے بھی خلاف ہے اور نہ ہی تمام والدین اہل اسلام تھے[223] پس اِن میں سے بعض والدین کے کفر پر فقہائے عظام نے اجماع بیان کیا ہے جیسا کہ عبد المطلب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین[224]۔

جیسا کہ میں نے اس بحث کے بارے میں مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس میں دلائل قاطعہ کے ذریعے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس موضوع پر لکھے گئے تین رسالوں کا رد بھی کیا ہے۔[225]

222۔ ایسا ہرگز نہیں۔

223۔ یہ حضرت ملا علی قاری کی ذاتی رائے ہے۔

224۔ نعوذ باللہ۔

225۔ یہ امام ملا علی قاری کی ذاتی تحقیق ہے جو سراسر جمہور اہل اسلام و علماء کرام کے خلاف ہے حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین بلاشبہ جنتی ہیں، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں 11 سے زائد رسائل لکھ کر مسئلہ مذکورہ کو "الم نشرح" کر دیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جملہ اُمت مصطفیٰ کی طرف سے جزائے خیر دے، "محشی نبراس" نے اپنے حاشیہ میں اشارۃً اور دیگر کثیر اکابرین علمائے ذیشان نے صراحۃً ملا علی قاری کا اِس شنیع مؤقف سے رجوع لکھا ہے، اِس لیے اب ملا علی قاری کی مذکورہ بالا عبارت کالعدم ہو گئی ہے لہٰذا=

پھر فرمانِ باری تعالیٰ جل جلالہ "مِنْ اَنْفُسِكُمْ" سے مراد "جِنْسِكُمْ"
ہے یعنی تمہاری جنس میں سے اور وہ[226] بشری میں تمہاری طرح ہیں[227] ورنہ ی
تو ہمارے رسول اور ہمارا پیغام پہنچانے والے ہیں، جیسا کہ فرمان رب العزت
جل جلالہ ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ○[228]

ترجمہ: تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں، مجھے وح
آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

=

اسے دلیل بنانا ہر گز درست نہیں اور اگر بالفرض حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ا
موقف سے رجوع ثابت نہ بھی ہو، تب بھی یہ ان کی ذاتی رائے ہوگی جو جمہور امت
کے علمائے اسلام کی آراء کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی، بہر حال اللہ تعا
دونوں صورتوں میں حضرت ملا علی قاری سے در گزر فرمائے، اس بارے میں اہل
ایمان جمہور علمائے اسلام کی تحقیق پر عمل کریں، سیدی امام اہل سنت احمد رضا خان رحمۃ اللہ
نے اس موضوع ایمان والدین کریمین پر ایک معرکۃ الآرا کتاب "شمول السلا
لاصول الرسول الکرام" لکھی تھی راقم الحروف نے اس کی مفصل تحقیق و تخر
کر دی ہے اور اس کے مقدمے میں علامہ سیوطی اور دیگر ائمہ کرام کی اس موضو
سے متعلقہ تصانیف کا تفصیلی تذکرہ لکھا ہے، اہل علم و شوق اس کی طرف مراجعت
فرمائیں، ابو محمد غفرلہ۔

226۔ ظاہری صورت۔

227۔ اور اس ظاہری صورت میں بھی زمین و آسمان بلکہ کروڑوں آسمانوں کا فرق عظیم ہے۔

228۔ الکہف: ۱۱۰۔

صورت بشری کی حکمت

اور [229] میں حکمت یہ تھی "کہ ہم جنس ہونا" قریب ہونے کا سبب بنتا ہے [230] اور اسی سے میل جول و نظام زندگی کا کمال حاصل ہوتا ہے، اسی طرح بروجہ اتم اقتدا کرنے میں سہولت ہو جاتی ہے لیکن اگر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجا جاتا تو کہا جا سکتا تھا کہ اس فرشتے کے پاس تو ملکوتی طاقت ہے اور ہم لوگ بشریت کے ضعف کی بنا پر اس کی متابعت کرنے سے عاجز ہیں لیکن اگر رسول انسان ہو تو اس کے قول فعل اور حال واثر کی پیروی کی جا سکتی ہے۔

لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ مرسل اور مرسل الیہ کے درمیان رابطہ ہیں بایں طور کہ حق جل جلالہ سے فیض کو لے کر مخلوق خداوندی تک اسے پہنچاتے ہیں، اس معنی و مفہوم کے ادراک سے تمام کفار غافل رہے جبکہ انہوں نے بطریق انکار کہا:

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ [231]

ترجمہ: کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا۔

تو یہ ان کی کم عقلی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بیوقوف پتھروں کو تو خدا ماننے پر راضی ہو گئے اور بشر کے رسول ہونے کو بعید خیال کرنے لگے، حاصل

229۔ ظاہری صورت بشری۔

230۔ یعنی یہ رسول ظاہری صورت بشری میں تشریف لائے تاکہ تم لوگ ان کے قریب جاؤ اور ان کی ذات سے استفادہ کرو۔

231۔ الاسراء: ۹۴۔

گفتگو یہ ہے کہ رسول[232] کا تشریف لانا بہت بڑی نعمت ہے اور پھر جنس بشریت سے ہونا، عظیم سعادت و نوازش ہے:

بعض علمائے کرام نے فرمایا:

﴿مِنۡ اَنۡفُسِكُمۡ﴾ سے مراد جنس عرب سے ہونا ہے تو یہ قول ما قبل تفصیل[233] کے خلاف نہیں ہے اور اس قول کی تائید اس فرمان باری تعالیٰ جل جلالہ ﴿وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ۝﴾[234] ترجمہ: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔﴾ سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد صحیح اسناد سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس کی قرابت داری[235] حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہ ہو، چاہے وہ قبیلہ مضر ہو یا ربیعہ یا یمانیہ، اور اس قول کی تائید اس فرمان باری تعالیٰ ﴿قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِى الۡقُرۡبٰى۝﴾[236] ترجمہ: تم فرماؤ میں اِس پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔﴾ سے بھی ہوتی ہے۔

232۔ کریم ﷺ۔

233۔ رسول کے انسان ہونے۔

234۔ ابراہیم: ۴۔

235۔ خاندانی رشتہ داری۔

236۔ الشوریٰ: ۲۳۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:
قریش کا کوئی قبیلہ بھی ایسا نہیں جس کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری نہ ہو تو یہ آیت ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى﴾[237] ترجمہ: تم فرماؤ میں اِس پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔﴾ اس کی تائید میں نازل ہوئی۔

یعنی میرے اور اپنے درمیان صلۂ رحمی کا تعلق قائم رکھو۔[238]

نیز آیت مبارکہ میں ﴿مِنْ اَنْفَسِكُمْ﴾ کو فاء کے فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے تو اس طرح معنی ہوگا تم میں سے بڑی شان والا۔ اسے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ﴾[239] تلاوت فرمائی تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! ﴿اَنْفَسِكُمْ﴾ کا کیا مطلب ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا اَنْفَسُكُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسَبًا لَیْسَ فِیَّ وَلَا فِیْ اٰبَائِیْ
مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ سِفَاحٌ كُلُّهَا نِكَاحٌ.[240]

ترجمہ: میں تم سے نسب، سسرال، اور خاندانی لحاظ سے نفیس تر ہوں، مجھ سے حضرت آدم علیہ السلام تک میرے آبائے کرام میں سے کوئی بھی "سفاح"

237۔ الشوریٰ: ۲۳۔
238۔ یا پھر ترجمہ یوں ہوگا کہ اپنی طرف سے میرے ساتھ رشتہ داری کا (جھوٹا) تعلق نہ جوڑو۔ واللہ اعلم۔
239۔ شاذ قراءت میں کسرہ کے ساتھ ہے۔
240۔ الدر المنثور: ج: ۷: ص: ۶۰۲، مواہب اللدنیہ للقسطلانی: ج: ۱: ص: ۸۷۔

کے ذریعے پیدا نہیں ہوا بلکہ سب کے سب نکاح[241] کے ذریعے سے پیدا ہوئے ہیں۔

خاندانِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ مصطفیٰ ﷺ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل" میں حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مُنَافِ بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ اِلْيَاسِ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ وَمَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَيْنِ إِلَّا جَعَلَنِي اللهُ فِي خَيْرِهِمَا فَأُخْرِجْتُ مِنْ بَيْنِ أَبَوَيَّ فَلَمْ يُصِبْنِي شَيْءٌ مِنْ عَهْدِ الْجَاهِلِيَّةِ وَخَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ أُخْرَجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى أَبِي وَأُمِّي فَأَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا وَخَيْرُكُمْ أَبًا[242] [243]

ترجمہ: میں ہوں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار، اور جب بھی لوگوں میں تقسیم ہوئی تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مجھے بہتر گروہ میں رکھا اور میں اپنے والدین

241۔ اسلام۔

242۔ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ۔

243۔ تاریخ دمشق لابن عساکر: ج: ۳: ص: ۴۸: رقم: ۵۶۰، دلائل النبوۃ للبیہقی: ج: ۱: ص: ۱۴۳، امتاع الاسماع للمقریزی: ج: ۳: ص: ۲۱۱، الدر المنثور: ج: ۷: ص: ۶۰۴۔

سے ایسے پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی برائی مجھ تک نہ پہنچی اور میں بطریق نکاح پیدا ہوا اور حضرت آدم سے لے کر میرے والدین تک کوئی بھی برائی والا نہ تھا، لہذا میں نفس کے اعتبار سے تم سب سے بہتر اور آباء کے لحاظ سے تم سب سے برتر ہوں۔

امام احمد وترمذی نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے "حسن" کہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللهَ حِيْنَ خَلَقَ الْخَلْقَ جَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ خَلْقِهٖ ثُمَّ حِيْنَ فَرَّقَهُمْ جَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ الْفَرِيْقَيْنِ ثُمَّ حِيْنَ خَلَقَ الْقَبَائِلَ جَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً وَحِيْنَ خَلَقَ الْاَنْفُسَ جَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ اَنْفُسِهِمْ ثُمَّ حِيْنَ خَلَقَ الْبُيُوْتَ جَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ بُيُوْتِهِمْ فَاَنَا خَيْرُهُمْ بَيْتًا وَخَيْرُهُمْ نَفْسًا.[244]

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مخلوق پیدا فرمائی تو مجھے بہترین مخلوق میں رکھا پھر جب ان مخلوقات کو تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر گروہ میں رکھا، جب ان مخلوقات میں سے قبائل بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے گھر بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین گھرانوں میں رکھا لہذا میں ان سے مکان کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں اور ذات کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

244۔ سنن الترمذی: کتاب المناقب: باب فی فضل النبی: ص: ۸۲۱: رقم: ۳۶۰۸، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ص: ۵۸: رقم: ۱۶، الدر المنثور: ج: ۷: ص: ۶۰۵، دلائل النبوۃ للبیہقی: ج: ۱: ص: ۱۶۸، مسند احمد: ج: ۳: ص: ۳۰۷: رقم: ۱۷۸۸، البدایہ لابن کثیر: ۳: ص: ۳۵۵۔

یعنی اصل و نسب اور ذات و حسب کے لحاظ سے ان لوگوں سے بہتر ہوں۔

امام حکیم ترمذی، طبرانی، ابو نعیم، بیہقی اور ابن مردویہ نے حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاخْتَارَ مِنَ الْخَلْقِ بَنِیْ آدَمَ وَاخْتَارَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ الْعَرَبَ وَاخْتَارَ مِنَ الْعَرَبِ مُضَرَ وَاخْتَارَ مِنْ مُضَرَ قُرَیْشًا وَاخْتَارَ مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ وَاخْتَارَنِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ فَأَنَا خِیَارٌ مِنْ خِیَارٍ۔[245]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا، تو ان مخلوقات میں سے بنی آدم کا انتخاب فرمایا اور اولادِ آدم سے عرب کا انتخاب فرمایا اور عرب میں سے مضر کا انتخاب فرمایا اور مضر میں سے قریش کا انتخاب فرمایا اور قریش میں سے بنی ہاشم کا انتخاب فرمایا اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا، لہٰذا میں بہتر سے بہتر لوگوں میں بھی بہتر ین ہوں۔

امام ابن سعد نے حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا:

اِذَا أَرَادَ اللہُ اَنْ یَّبْعَثَ نَبِیًّا نَظَرَ اِلٰی خَیْرِ اَهْلِ الْاَرْضِ قَبِیْلَةً فَیَبْعَثُ فِیْ خَیْرِهَا رَجُلًا۔[246]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جل جلالہ جب کسی نبی کو مبعوث فرمانے کا ارادہ کرتا تو اہل زمین میں سے بہترین قبیلہ کی طرف نظر فرماتے ہوئے اِس قبیلے کے بہترین

245۔ البدایۃ لابن کثیر: ج: ۳: ص: ۳۶۷، دلائل النبوۃ للبیہقی: ج: ۱: ص: ۱۷۲: رقم: ۴۳۲، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ص: ۵۸: رقم: ۱۸، نوادر الاصول لحکیم الترمذی: ج: ۱: ص: ۲۷۳: رقم: ۳۹۳، معجم الکبیر: ج: ۱۲: ص: ۴۵۵: رقم: ۱۳۶۵۰۔
246۔ الدر المنثور: ج: ۷: ص: ۶۰۸۔

فرد کو مبعوث فرماتا۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے:[247]

میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے یہاں حضرت آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل نور تھا، پس جب آدم تخلیق کیے گئے تو اُس نور کو اُن کی پشت میں رکھا گیا لہٰذا اسی طرح[248] پشت در پشت منتقل ہوتا رہا، حتیٰ کہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی پشت میں آن پہنچا۔

اسی طرح حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الشفا" میں بغیر سند کے حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

قریش اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے یہاں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل نور تھے اور یہ نور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تسبیح بیان کرتا اور ملائکہ کرام بھی ان کی طرح اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تسبیح بیان کرتے تھے پس جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا تو اس نور کو ان کی پشت میں ڈال دیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَأَهْبَطَنِي اللهُ إِلَى الْأَرْضِ فِي صُلْبِ آدَمَ وَجَعَلَنِي فِي صُلْبِ نُوحٍ وَقَذَفَ بِي فِي صُلْبِ إِبْرَاهِيمَ ثُمَّ لَمْ يَزَلِ اللهُ يَنْقُلُنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الْكَرِيمَةِ إِلَى الْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتَّى أَخْرَجَنِي مِنْ بَيْنِ أَبَوَيَّ لَمْ يَلْتَقِيَا عَلَى سِفَاحٍ قَطُّ.[249]

247۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
248۔ وہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔
249۔ المطالب العالیہ لابن حجر: ۱۷/۱۹۵: رقم: ۴۲۰۹، الدر المنثور: ج:۷: ص: ۶۰۷، البدایۃ: ۳: ص: ۳۷۰۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے مجھے آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھ کر زمین پر اُتارا[250] نوح کی پشت میں رکھا اور پھر ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ڈالا پھر اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ مجھے پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے میرے والدین کے ذریعے پیدا فرمایا جو کبھی بھی بے حیائی میں ملوث نہیں ہوئے۔

اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

حَفِظَ الْاِلٰهُ كَرَامَةً لِمُحَمَّدٍ آبَائَهُ الْاَمْجَادَ صَوْنًا لِاِسْمِهٖ

تَرَكُوا السِّفَاحَ فَلَمْ يُصِبْهُمْ عَارُهٗ مِنْ آدَمَ وَاِلٰى أَبِيْهِ وَاُمِّهٖ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے حضور نبی کریم ﷺ کی تکریم کے لیے آپ ﷺ کے آباء و اجداد کو محفوظ رکھا تاکہ حضور نبی کریم ﷺ کے نام کی حرمت برقرار رہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کے والدین تک کوئی بے حیائی کے قریب نہیں گیا اور نہ ہی اس سبب سے انہیں کسی قسم کی شرمندگی اٹھانا پڑی۔

بخاری شریف میں حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ.[251]

250۔ پھر بعدہ۔

251۔ صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب صفۃ النبی: ص: ۸۲۳: رقم: ۳۵۵۷: مسند احمد: ج: ۱۴: ص: ۳۴۲: رقم: ۸۸۵۷ شعب الایمان: جلد: ۲: ص: ۵۲۰: رقم الحدیث: ۱۳۲۹: دلائل النبوۃ للبیہقی: جلد: ۱: ص: ۱۷۵: رقم الحدیث: ۴۴۴: =

ترجمہ: مجھے اولادِ آدم کی بہترین نسلوں میں مبعوث[252] کیا گیا، یہاں تک کہ میں اس نسل میں ہوا، جو میرا خاندان ہے۔

تذکرہ خاندانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین اور ملائکہ مقربین کے سردار، تمام مخلوق کے لیے سند اور ربّ العالمین کے حبیب ہیں، روزِ قیامت "شفاعت عظمیٰ" انہی کے ساتھ خاص ہے، ہمارے آقا ابو القاسم، ابو ابراہیم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں اور عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا نام "شَیْبَةُ الْحَمْد" رضی اللہ عنہ ہے، انہیں عبد المطلب رضی اللہ عنہ اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے والد ہاشم نے مکہ مکرمہ میں انتقال کے وقت اپنے بھائی مطلب کو کہا تھا کہ اپنے غلام[253] کو جو یثرب[254] میں ہے سنبھال لینا[255] اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے چچا مطلب جب مکہ مکرمہ میں آئے، تو یہ ان کے ساتھ سوار تھے لیکن حالت بہت خستہ تھی تو جو

= مسند ابی یعلی موصلی: جلد:۱۱: ص: ۵۳۷۳: رقم الحدیث: ۶۵۵۳: کنز العمال: جلد: ۱۱: ص: ۱۹۲: رقم الحدیث: ۳۲۰۰۲: جمع الجوامع: جلد: ۴: ص:۲۱: رقم الحدیث: ۹۹۵۹: مشکوۃ المصابیح: جلد: ۳: ص:۱۶۰۰: کتاب الفضائل والشمائل: باب فضائل سید المرسلین: رقم الحدیث: ۵۷۳۹: طبقات ابن سعد: جلد: ۱: ص: ۹: السبل الجلیۃ: ص:۳۴: البدایۃ لابن کثیر: ۳: ص: ۳۵۵۔

252۔ منتقل۔

253۔ بھتیجے۔

254۔ مدینہ۔

255۔ اسی لیے عبد المطلب رضی اللہ عنہ مشہور ہوا۔

بھی اِن کے بارے میں مطلب سے پوچھتا تو شرمندگی سے بچنے کے لیے بھتیجا کہنے کے بجائے غلام کہتے رہے[256] پس جب بعد میں ذرا تندرست و بہتر ہوئے تو ظاہر کیا کہ یہ میرا بھتیجا ہے اور وہ[257] پہلے شخص ہیں جنھوں نے عرب میں سیاہ خضاب استعمال کیا اور ان کی عمر ۱۴۰ سال ہوئی۔[258]

اور یہ[259] ہاشم رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اور ہاشم کا نام "عمرو" ہے، انہیں ہاشم اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی قوم کو قحط سالی کے زمانے میں ثرید[260] کھلایا کرے تھے۔

اور یہ[261] عبد مناف بن قصی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں "قُصَیّ" در اصل "قصیٰ" کی تصغیر ہے، جس کا معنی بعید ہے کیونکہ ان کی والدہ انہیں حمل میں لے کر خاندان سے دور قبیلہ قضاعہ میں چلیں گئیں تھیں[262]۔

اور یہ[263] کلاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور "کلاب" یا تو مصدر سے منقول ہے جو کہ "مُکَالَبَۃٌ" کے معنی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "کَالَبْتُ الْعَدُوَّ مُکَالَبَۃً"

256۔ اسی لیے عبد المطلب رضی اللہ عنہ معروف ہو گیا۔

257۔ عبد المطلب رضی اللہ عنہ۔

258۔ البدایۃ لابن کثیر: ۳: ص: ۳۵۵۔

259۔ عبد المطلب رضی اللہ عنہ۔

260۔ کھانے کی ایک قسم جس میں روٹی چورا کر کے شوربے میں بھگوئی جاتی ہے۔

261۔ ہاشم۔

262۔ یا دوسرا ترجمہ یوں ہو گا کہ ان کی والدہ جس وقت اِن سے حاملہ ہوئیں، اس وقت وہ اپنے خاندان سے دُور قبیلہ قضاعہ میں تھی۔

263۔ قصیٰ۔

میں نے دشمن کو سخت مشقت میں ڈال دیا یعنی تنگی و سختی میں ڈال دیا، یا پھر یہ "کَلْبٌ" کی جمع 'کلاب" ہے کیونکہ [264] اِس سے کثرت مراد لیتے ہیں، جیسا کہ درندوں کے نام [265] رکھا کرتے تھے۔

کسی أعرابی سے سوال کیا گیا کہ تم اپنے بچوں کے بُرے نام رکھتے ہو مثلاً کلب، ذئب، لیکن اپنے غلاموں کے بڑے اچھے نام رکھتے ہو، مثلاً مرزوق، مرباح، تو اس نے جواب دیا ہم اپنے بچوں کے نام اپنے دشمنوں کے لیے رکھتے ہیں جبکہ اپنے غلاموں کے نام اپنے لیے رکھتے ہیں۔

یعنی وہ ارادہ کرتے تھے کہ بیٹے دشمنوں کے لیے ہتھیار اور اُن کے سینوں میں پیوست ہونے والے تیر ہیں اسی لیے وہ [266] نام پسند کرتے تھے۔

اور [267] مُرَّۃ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے، مُرَّۃ میم کے ضمہ اور راء کی تشدید کے ساتھ۔ اور [268] کَعْبٌ کا بیٹا ہے اور [269] وہ پہلا شخص ہے جس نے یوم جمعہ کا نام یوم عروبہ رکھا [270] اور یہ اس [271] دن بیان کرتے تھے اور قریش انہیں سننے کے لیے

264۔ اہل عرب۔

265۔ وغیرہ بھی اسی تناظر میں۔

266۔ درندوں وغیرہ کے۔

267۔ کلاب۔

268۔ مُرَّۃ۔

269۔ کَعْبٌ۔

270۔ یہاں عبارت تاریخی اعتبار سے درست نہیں، شاید کاتب کی غلطی سے بدل گئی ہو، دُرست یہ ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے "یوم عروبہ" کا نام "یوم جمعہ" رکھا۔

271۔ جمعہ کے۔

جمع ہو جایا کرتے تھے نیز یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے "اَمَّا بَعدُ" کا کلم
استعمال کیا یہ اپنے خطاب کے دوران لوگوں کو متنبہ کرتے تھے کہ حضور نبی
کریم ﷺ کا ظہور ہونے والا ہے اور باخبر رہو وہ میری اولاد میں سے ہوں گے
اور یہ انہیں آپ ﷺ کی اتباع کرنے کا حکم دیتے ہوئے یہ شعر پڑھا کرتے
تھے:

يَا لَيْتَنِيْ شَاهِدٌ فَحْوَاءَ دَعْوَتِهِ حِيْنَ الْعَشِيْرَةُ تَبْغِيْ الْحَقَّ خُذْلَا

ترجمہ: اے کاش میں اُن کی دعوت[272] کے وقت موجود ہوتا جبکہ اُن
کا اپنا خاندان حق سے منہ موڑ کر انہیں تنہا چھوڑ دے گا۔

اور یہ [273] لُؤَیّ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، لُؤَیّ "اللائی" کی تصغیر ہے اور [274]
غالب بن فہر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں [275] فاء کے کسرہ کے ساتھ، اِن کا نام "قریش"
ہے، یا پھر فِہْر ان کا نام اور "قریش" ان کا لقب ہے، انہیں پر جا کر قریش کا
نسب ختم ہو جاتا ہے لہٰذا جو ان کی اولاد میں سے نہیں تو وہ پھر قرشی نہیں بلکہ کنانی
ہو گا[276] یہی بات صحیح ہے اور نسب قرش بیان کرنے والوں نے بھی اس کو اختیار
کیا ہے۔

272۔ توحید و رسالت۔

273۔ کَعْبٌ۔

274۔ لُؤَیّ۔

275۔ فِہْر۔

276۔ یعنی اس کا نسب اُوپر حضرت کنانہ کی طرف منسوب ہو گا۔

اور[277] مالک بن نضر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور کہا گیا ہے کہ[278] دراصل لقب ہے جو چہرے کی تروتازگی و رونق کی بناء پر دیا گیا ان کا نام "قیس" ہے، اکثر مورخین کے نزدیک یہی افرادِ قریش کو یکجا کرنے والے ہیں۔

اور[279] کنانہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں "کِنَانَة" کاف کے کسرہ کے ساتھ "ابو قبیلہ" ہیں اور[280] خزیمہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، خُزَیْمَة دراصل "خُزْمَة" کی تصغیر ہے اور[281] مدرکہ کے بیٹے ہیں، مُدْرِکَة دراصل صیغہ فاعل ہے اور[282] الیاس رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں[283] میں علامہ انباری کے مطابق ہمزہ مکسور و قطعی ہے جبکہ دوسرے قول کے مطابق ہمزہ مفتوح وصلی ہے اور یہ قول قاسم بن ثابت کا ہے،[284] رجاء[285] کی ضد ہے اور یہ مشہور نبی[286] کا نام بھی ہے، اس[287] میں لام تعریف کا ہے، امام سہیلی نے فرمایا کہ یہ قول صحیح ہے۔

277۔ فِہْر۔
278۔ نَضْر۔
279۔ نَضْر۔
280۔ کِنَانَة۔
281۔ خُزَیْمَة۔
282۔ مُدْرِکَة۔
283۔ الیاس۔
284۔ الیاس۔
285۔ امید۔
286۔ حضرت الیاس علیہ السلام۔
287۔ الیاس۔

بیان کیا گیا ہے کہ یہ[288] اپنی پشت میں حج کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ پڑھنے کی آواز سنا کرتے تھے نیز مزید بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا تَسُبُّوْا اِلْیَاسَ فَاِنَّهٗ كَانَ مُؤْمِناً: ترجمہ: الیاس کو برا مت کہو بیشک وہ مؤمن تھا۔ اسے امام سہیلی نے[289] ذکر کیا ہے۔[290]

حضرت زبیر[291] رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے:

یہ بنی اسماعیل کے اس فعل کو ناپسند کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے آباء واَجداد کے بتائے ہوئے طریقوں کو بدل دیا ہے اور یہ[292] اُن کے درمیان کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت کرتے تھے حتی کہ کئی افراد کو آپ نے اپنی رائے کی حمایت میں جمع کر لیا اور وہ لوگ بھی ان سے ایسے راضی ہو گئے کہ پھر ان کے بعد کسی سے بھی ایسے رضامند نہیں نظر آئے، اور یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ کی طرف "ھدی" کے جانور بھیجے اور اہل عرب ہمیشہ ان کی تعظیم عقل مند و دانا شخص کی حیثیت سے کرتے تھے۔

اور[293] مضر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں "مُضَر" بروزن "عمر" ہے، کہا گیا ہے کہ انہیں مضر اس لیے کہتے تھے کہ جو بھی ان کے حسن و جمال کو دیکھتا، تو دِلی طور

288۔ حضرت الیاس رضی اللہ عنہ۔

289۔ "روض الانف" میں۔

290۔ الروض الانف: ج:۱: ص: ۶۱۔

291۔ بن بکار۔

292۔ حضرت الیاس رضی اللہ عنہ۔

293۔ الیاس۔

سے اُن پر فریفتہ ہو جاتا تھا اور یہ خوش الحان بھی تھے، اتفاقاً اونٹ سے گر پڑے اور ان کے ہاتھ پر چوٹ لگی جس کی شدت کی وجہ سے یہ بے اختیار کہنے لگے "وَایَدَاہُ وَایَدَاہُ" تو[294] سن کر اونٹ مست ہو گیا اور عرب میں[295] کی بنیاد یہی واقعہ ہے، اور جس نے بھی کہا سچ کہا ہے کہ یہی سب سے پہلے "حدی خواں" ہیں اور ان کے اقوال میں سے یہ بھی ہے، جو برائی کا بیج بوتا وہ ندامت کی فصل ہی کاٹے گا جبکہ نیکی جلد ہی بھلائی لاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

مضر اور اس کے بھائی ربیعہ کو برا مت کہو، پس بے شک یہ دونوں ملت ابراہیمی کے مسلمانوں میں سے تھے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو یہاں تک مروی ہے کہ اسی طرح خُزَیْمَة، مَعَدّ، عَدْنَان، أُدَد، قَیْس، تَمِیْم، أَسَد، ضَبَّة کو بھی برا مت کہو کہ بیشک یہ لوگ ملت ابراہیمی پر مرنے والوں میں سے تھے لہٰذا ان کا ذکر بھی ایسے ہی کیا کرو جیسے کہ دیگر مسلمانوں کا کرتے ہو۔

اور[296] نزار رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، نِزَار نون کے کسرہ اور زاء کی تخفیف کے ساتھ، یہ "اَلنَّزْر" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے "قلیل" کیونکہ یہ یکتائے زمانہ تھے، کہا جاتا ہے کہ جب اِن کی ولادت ہوئی تو ان کے والد[297] نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نورِ محمدی ﷺ کی تابشیں دیکھیں تو خوشی وشادمانی

294۔ ان کی خوش الحان و پر کیف آواز۔
295۔ حدی خوانی۔
296۔ مضر۔
297۔ مَعَدّ۔

سے جھوم اٹھے اور بہت عرصے تک ـــــ اس خوشی میں لوگوں کو کھانا کھلاتے رہے اور کہتے رہے اور یہ سب کچھ اس پیدا ہونے والے بچے کے مقابلے میں "نِزَار"[298] ہے۔

اور[299] مَعَدّ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں "مَعَدّ" میم و عین مہملہ کے فتح اور دال کی تشدید کے ساتھ، مروی ہے کہ جب بخت نصر بادشاہ نے عرب کے شہروں پر حملہ کیا تو اس وقت بنی اسرائیل کے نبی حضرت سیّدنا اَرمیا علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے وحی فرمائی کہ مَعَدّ کے پاس جاؤ اور انہیں وہاں سے نکال کر شام لے جاؤ اور اس کی حفاظت کرو کیونکہ ان کی اولاد سے محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے، لہٰذا حضرت اَرمیا علیہ السلام نے فرمانِ ربانی پر عمل کیا۔

نیز یہ بھی مروی ہے جب ان کی اولاد بیس یا چالیس کے قریب ہوئی تو ان کی اولاد[300] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کر دیا اور لوٹ مار کی تو موسیٰ علیہ السلام ان کے لیے دعائے ضرر کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان کی جانب وحی فرمائی کہ ان کے لیے دعائے ضرر نہ کرو۔

بعض روایات میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین مرتبہ دعا مانگی حتی کہ وہ قبول نہ ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ عالی میں عرض کی، اے میرے رب! جس قوم نے ہمیں لوٹا ہے، میں اُن کے لیے دعائے ضرر کر رہا ہوں پر تو نے دعا قبول نہیں فرمائی؟ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ!

298۔ قلیل۔

299۔ نزار۔

300۔ میں سے کسی نے۔

جس قوم کے لیے تو نے دعائے ضرر کی ہے، انہی میں سے آخری زمانے میں میرے بہترین بندے نے تشریف لانا ہے۔

اور[301] عدنان رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، عین کے فتحہ کے ساتھ اور یہاں تک کے نسب شریف میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ حضرت عدنان سے اُوپر تک کے نسب شریف[302] میں اختلاف ہے اور اس بارے میں کئی اقوال باہم متعارض ہیں اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ جب نسب شریف بیان کرتے ہوئے حضرت عدنان تک آتے تو رک جاتے اور فرماتے:[303] نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ○[304]

ترجمہ: اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں[305] ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اگر اللہ تعالیٰ جل جلالہ چاہتا کہ آپ ﷺ بتادیں تو آپ ﷺ ضرور بتادیتے۔

حضرت امام ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ سے حضرت عدنان تک کے نسب شریف پر علمائے کرام کا اجماع ہے اور اجماع علمائے کرام "حجت" ہے لہٰذا اس سے تجاوز نہ کرنا چاہیے۔

301۔ مَعَدٌّ۔

302۔ کے معلوم ہونے۔

303۔ اس سے اُوپر کے بارے میں۔

304۔ الفرقان:۳۸۔

305۔ قومیں۔

مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا نسب شریف بیان کرتے تو حضرت عدنان سے تجاوز نہ کرتے پھر ٹھہرتے اور ارشاد فرماتے: كَذَبَ النَّسَّابُوْنَ.

کہ[306] نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ کہا ہے۔[307]

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے[308] اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب یہ آیت ﴿اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ: ترجمہ: کیا تمہیں ان کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھی نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے انہیں اللہ ہی جانے۔﴾ تلاوت کیا کرتے تو فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا ہے یعنی یہ لوگ علم نسب کا دعوی کرتے پھرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اِن سے علم کی نفی بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ہم جب بھی نسب بیان کرتے حضرت عدنان تک ہی کرتے ہیں اِن سے اُوپر[309] کا ہمیں کچھ علم نہیں کہ وہ کون تھے۔

306۔ اس سے اُوپر۔

307۔ الدر المنثور: ج: ۱۱: ص: ۱۸۰: تاریخ دمشق لابن عساکر: ج: ۳: ص: ۵۲: رقم: ۵۶۲۔

308۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے۔

309۔ کے نسب شریف۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت عدنان سے حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام تک[310] تیس آباۓ کرام تھے، جن کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمیں ایسا کوئی شخص نہ ملا جو مَعَدّ بنُ عَدْنَان سے اُوپر کسی کے بارے میں کچھ جانتا ہو۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو حضرت آدم علیہ السلام تک[311] کا نسب شریف بیان کرتا تھا تو آپ نے اس معاملہ کو ناپسند فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: بھلا اسے کس نے اس بارے میں بتایا ہے۔؟

نیز اسی طرح حضرات انبیائے کرام علیہ السلام کے نسب شریف کے بارے میں امام مالک سے اسی طرح کا جواب منقول ہے

سیادت حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ

حضرت امام ابن شہاب[312] فرماتے ہیں:

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے اولین فضائل میں سے یہ ہے کہ اصحاب فیل[313] مکہ مکرمہ کی طرف حملہ آور ہوئے، تو اہل قریش حرم مکہ چھوڑ کر بھاگ اٹھے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا خدا کی قسم! میں عزت کی تلاش میں حرم خداوندی

310۔ قریباً۔
311۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔
312۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ۔
313۔ ہاتھیوں والے۔

چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا اور اس کے علاوہ مجھے کوئی پناہ گاہ نہیں چاہیے، لہٰذا یہ حرم مکہ مکرمہ میں ہی رہے حتیٰ کہ آپ کا واسطہ اُن حبشیوں سے پڑا جب آپ اپنے[314] میں اُن کے پاس گئے تو وہ[315] اور اُس کی قوم اِن کی وجاہت و تکریم دیکھ کر حیران رہ گئے پھر اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ان حبشیوں کو نیست و نابود کر دیا اور انہیں اپنے مقدس گھر سے دُور کر دیا اور اہل مکہ کو اُن کی وحشت و ہیبت سے نجات دی۔

اور اِن کے چچا مطلب کی وفات کے بعد "سقایہ"[316] اور "رفادہ"[317] کا معاملہ بھی حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے سپرد کر دیا گیا، تو آپ نے اس معاملے میں اپنی قوم کی اسی طرح قیادت کی جس طرح آپ کے آباء واَجداد نے کی تھی بلکہ آپ اس مقام پر پہنچے جہاں آپ کے آباء واَجداد میں سے کوئی بھی نہیں پہنچ سکا اور اس معاملے میں کوئی بھی ان کی مثال نہیں ہو سکا، آپ کی قوم آپ سے بے پناہ محبت اور تعظیم و توقیر کرتی تھی اور آپ کے فرمودات و تنبیہات کو بغور سن کر اس پر اعتماد کرتی تھی۔

"اَلرِّفَادَۃُ" کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ لوگ حسب طاقت غلہ واناج وغیرہ جمع کرتے پھر اس سے کھانا اور کشمش وغیرہ نبیذ بنانے کے لیے خریدتے اور ایام حج میں لوگوں کو اس سے کھلاتے پلاتے تھے حتیٰ کہ پورے ایام حج میں ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

314۔ اونٹوں کے سلسلے۔
315۔ بادشاہ۔
316۔ آب زم زم پلانے۔
317۔ مہمان نوازی کرنے، کھانا کھلانے۔

حضرت سیّدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا نذر ماننا

حضور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَنَا ابْنُ الذَّبِيحَيْنِ.

ترجمہ: میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔[318]

یعنی اس سے آپ ﷺ اپنے دادا حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام اور اپنے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو مراد لیتے تھے۔

اس واقعہ کو امام طبرانی نے بطریق ابن وھب اَز زھری اَز قبیصہ بن ذؤیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کے دس بیٹے پورے ہوگئے تو ان میں سے ایک کو قربان کر دیں گے، لہٰذا جب دس بیٹے پیدا ہوگئے تو انہوں نے اُن کے درمیان قربانی کرنے کے لیے قرعہ اندازی کی تو پرچی حضرت عبد اللہ کے نام نکلی اور یہ انہیں سب سے زیادہ محبوب تھے تو عرض کرنے لگے اے اللہ جل جلالہ! میں عبد اللہ اور سو اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالتا ہوں تو اس بار پرچی سو اونٹوں کے نام نکلی۔

حضرت زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے اُن اُونٹوں کو نحر کر کے چھوڑ دیا اور لوگوں نے انہیں لے لیا تھا۔

حضرت امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مسلمانوں کے درمیان دِیت سو اونٹ مقرر ہوئی حالانکہ اس واقعہ سے قبل زمانہ جاہلیت میں دس اُونٹوں کی تعداد دیت کے لیے مقرر تھی، اسی لیے

318۔ تاریخ دمشق: ج: ۶: ص: ۲۰۵: رقم: ۱۴۸۱: الحاوی للفتاوی: ج: ۱: ص: ۳۰۷۔

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ قرعہ اندازی میں دس دس اونٹ کا اضافہ کرتے رہے اور قرعہ نکالتے رہے، تا آنکہ سو پر جا کر قرعہ اُونٹوں کے نام نکلا۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

اس نذر کی اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ زم زم کا کنواں[319] کھودنا چاہتے تھے کیونکہ قبیلہ جرہم کے عمرو بن حارث اور اس کی قوم نے جب مکہ مکرمہ میں فسادات برپا کیے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اُن پر ایسے کو مسلط کر دیا جس نے انہیں مکہ مکرمہ سے باہر نکال دیا تو عمرو نے حرم کے[320] زیورات کو زم زم کے کنویں میں ڈال دیا اور دیگر بہت ساری چیزیں ڈال کر اُس کا نشان بھی ختم کر دیا اور اپنی قوم کو لے کر یمن کی طرف فرار ہو گیا، تو اس وقت سے یہ کنواں پوشیدہ تھا تا آنکہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے خواب میں اس سے پوشیدگی کے پردے اٹھائے گئے ان[321] کی دلالت کے سبب آپ نے اسے جان لیا لیکن قریش آڑے آ گئے اور آپ کو کھودنے سے منع کر دیا اور یہی نہیں بلکہ بیوقوفوں کے ذریعے سے آپ کو شدید تکلیفیں بھی پہنچائیں۔[322]

اس کھدائی کے وقت آپ کے ہمراہ صرف آپ کا بیٹا حارث تھا اس کے علاوہ کوئی فردِ بشر نہ تھا تو آپ نے نذر مانی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے اور وہ اس کام میں میرے معاون بنے تو میں شکرانہ کے طور پر اُن میں سے ایک کو قربان

319۔ دوبارہ۔

320۔ قیمتی ساز و سامان اور۔

321۔ خوابی نشانیوں۔

322۔ المواہب اللدنیۃ للقسطلانی: ج:۱: ص: ۱۰۷۔

کروں گا پھر حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے چاہ زم زم کی کھدائی کی جس سے اُن کی فخر و عزت میں اضافہ ہوا۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ اور حضرت سیّدتنا آمنہ رضی اللہ عنہما کی شادی

شیخ البرقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا حضرت آمنہ کے ساتھ شادی کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے:

کہ آپ ﷺ کے دادا[323] جب کبھی یمن جاتے تو وہاں کے بڑے بڑے سرداروں کے پاس قیام فرماتے، ایک مرتبہ جب وہاں تشریف لے گئے تو وہاں ایک شخص تھا جس نے سابقہ آسمانی کتابیں پڑھیں تھیں، اس نے کہا اگر اجازت دیں تو آپ کے تجارتی معاملات کے بارے میں حساب لگاؤں[324] آپ نے فرمایا، ہاں اجازت ہے پس اس نے دیکھا تو کہنے لگا میں نے نبوت و بادشاہت کو دیکھا ہے اور یہ دو "منافوں" کے درمیان ہے یعنی عبد مناف ابن قصی اور عبد مناف ابن زہرۃ، لہٰذا جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ دوبارہ مکہ مکرمہ لوٹے تو اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ کو لے جا کر ان کا نکاح حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرۃ سے کر دیا اور خود حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی چچا زاد بہن ہالہ بنت اُھیب بن عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرۃ سے شادی کر لی۔

323۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ۔

324۔ حاشیہ میں شیخ محمد بن علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، کہ اگر اجازت ہو تو آپ کے سینہ کو دیکھ لوں۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت ایسا نور و جمال اور وقار و کمال عطا فرمایا تھا کہ آپ اپنی قوم میں "سیّدہ" کے لقب سے پکاری جاتی تھیں اور نورِ محمدی ﷺ حضرت عبد اللہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہی جلوہ گر رہا حتی اللہ تعالیٰ نے اُس نور کو شکم مادر میں چلے جانے کا حکم ارشاد فرمایا۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوۃ" میں بطریق معمر از زُہری روایت کی ہے:

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ قریش کے سب سے خوبصورت نوجوانوں میں سے تھے، ایک مرتبہ چند عورتیں اِن کے قریب سے گزریں تو کہنے لگیں بھلا ہم میں سے کون سی عورت ایسی ہے جو اس سے شادی کر کے اِس کی آنکھوں کے درمیان موجود نور کا شکار کر لے تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اِن سے شادی کر لی[325] اور وہ حضور نبی کریم ﷺ سے حاملہ ہو گئیں۔

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو اُن کی عمر تیس سال تھی اور ایک قول کے مطابق ۲۵ سال اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُن کی عمر ۱۸ سال تھی، امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہی قول راجح ہے۔

325۔ آپ اُن عورتوں کے گروہ میں سے نہیں تھیں لیکن قدرت نے آپ کو اس سعادت کے لیے چن لیا تھا۔

نورِ محمدی ﷺ کی منتقلی

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے:

جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے وجودِ مسعود کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے شکمِ اطہر میں پیدا[326] کرنے کا ارادہ فرمایا تو یہ ماہ رجب، جمعہ کی رات تھی، اس رات میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے خازنِ جنت حضرت رضوان علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا:

فردوس کے دروازے کھول دیں اور آسمانوں و زمینوں میں ندا کرنے والا ندا کرے کہ پوشیدہ نور کا خزینہ جس سے نبی ہادی ﷺ نے پیدا ہونا ہے وہ نور آج کی رات شکمِ مادر میں قیام پذیر ہو چکا ہے، جہاں اس کی[327] کی تکمیل ہو گی اور وہ لوگوں کے لیے[328] "نذیر" ﷺ بن کر تشریف لائیں گے۔[329]

حضرت زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ[330] معاملہ ایامِ تشریق میں شعب ابی طالب میں جمرۂ وسطیٰ کے قریب ہوا۔

326۔ منتقل۔
327۔ پیدائش کے مراحل۔
328۔ بشیرو۔
329۔ المواہب اللدنیہ: ج: ا: ص: ۱۱۸۔
330۔ استقرار حمل کا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بطریق وہب ابن زمعہ اور وہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا:

ہم سنا کرتے تھے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جس وقت سے رسول ﷺ کو حمل میں لیا تو وہ کہتیں تھیں کہ مجھے حمل کی مشقت اور اس کا بوجھ محسوس ہی نہیں ہوا جیسا کہ دیگر عورتوں کو ہوا کرتا ہے البتہ میرا حیض آنا بند ہو گیا تھا اور فرماتیں کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا جبکہ میں نیم خوابی میں تھی اور کہنے لگا تمہیں حمل کی تکلیف محسوس ہو رہی ہے؟ تو گویا میں نے اس سے کہا مجھے کچھ معلوم نہیں تو وہ آنے والا کہتا بیشک تم اِس اُمت کے نبی و سردار ﷺ سے حاملہ ہو [331] تو ان کا نام "محمد" ﷺ رکھنا اور یہ پیر کا دن تھا۔[332]

شانِ ولادت

امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا:

میرے اس بیٹے کی عجیب شان ہے، میں نے اِسے اپنے حمل میں لیا اور اس سے زیادہ ہلکا اور آسانی والا بابرکت حمل کوئی دوسرا نہیں دیکھا پھر میں نے ستارہ کی طرح ایک نور دیکھا جو اسکی ولادت کے وقت مجھ سے نکلا جس کی تابشوں سے میں نے بُصریٰ و شام میں اُونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں پھر میں نے آپ

331۔ جب یہ پیدا ہو جائیں۔

332۔ طبقات ابن سعد: ج:ا ص: ۷۹/۷۸۔

ﷺ کو جنم دیا لیکن آپ ﷺ کی پیدائش دیگر بچوں کی طرح نہیں تھی بلکہ یہ پیدا ہوتے ہی ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سر انور کو آسمان کی طرف بلند کرنے لگے۔

صحیح ابن حبان، مستدرک للحاکم اور مسند امام احمد میں حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنِّي عِنْدَ اللهِ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذَلِكَ دَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ وَبُشْرَى أَخِي عِيسَى قَوْمَهُ وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا حِينَ وَضَعَتْ نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ.[333]

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک اُم الکتاب میں خاتم النبیین لکھا گیا تھا حالانکہ آدم اپنے خمیر میں گوندھے پڑے تھے اور میں تمہیں بتاتا ہوں[334] میں دعائے ابراہیمی ہوں اور اپنے بھائی عیسیٰ کی وہ بشارت ہوں جو انہوں نے اپنی قوم کو دی اور اپنی ماں کا وہ حسین خواب[335] ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ اُن میں سے ایک نور نکل کر چمکا جس سے اُن کے لیے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

333۔ مستدرک للحاکم: ج: ۲: ص: ۷۰۵: رقم: ۴۲۳۴: مسند احمد: ج: ۲۸: ص: ۳۷۹: رقم: ۱۷۱۵۰: دلائل النبوۃ لابی نعیم: ص: ۴۸: رقم: ۹/۱۰: التاریخ الکبیر للبخاری: ج: ۶: ص: ۶۸: رقم: ۱۷۳۶: دلائل النبوۃ للبیہقی: ج: ۲: ص: ۱۳۰: صحیح ابن حبان: ج: ۱۴: ص: ۳۱۳: رقم: ۶۴۰۴۔

334۔ کہ میری شان کیا ہے۔

335۔ اور اس کی حقیقی تعبیر۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"بُصریٰ" کے بارے میں ہمارے شیخ نے فرمایا: یہ باء کے ضمہ، صا
کے سکون اور الف مقصورہ کے ساتھ پڑھا جائے گا نیز یہ قول بھی منقول ہے ک
اسے[336] "بِبَصَرِھَا" پڑھا جائے گا، باء اور صاد کے فتحہ کے ساتھ یعنی انہوں
اپنی آنکھوں سے[337] دیکھا، پہلے قول کے مطابق "بصریٰ" ایک معروف جگہ کا نا
ہو گا، جو دمشق کی طرف جاتے ہوئے مشرقی سمت ایک شہر کا نام ہے یہ "حوران
سے متصل ہے، حجاز سے شام کی طرف آتے ہوئے[338] کے درمیان چند مرحلو
کا فاصلہ ہے، اور خاص طور پر اس جگہ کا ذکر کرنے میں ایک حکمت بھی ہے۔

جبکہ ایک روایت میں ﴿مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ کے الفاظ بھ
مروی ہیں نیز ایک اور روایت میں "الارض" کا لفظ بھی مروی ہے اِن دونو
میں عموم زیادہ ہے[339] کہ حضور نبی کریم ﷺ بذات خود اسی جگہ تک گئے ا
سے آگے نہیں گئے۔

بعض علمائے کرام نے ارشاد فرمایا:

شام کو ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ وہ آپ کے نورِ نبوت سے[340] فیض
یاب ہو گا، اس لیے وہ آپ کی[341] کا پایۂ تخت ہو گا جیسا کہ سابقہ آسمانی کتب

336۔ یہاں۔
337۔ شام کے محلات کو روشن۔
338۔ شام و بصریٰ۔
339۔ اور بصریٰ کو خاص طور ذکر کرنے کی وجہ یہ بھی ہے۔
340۔ بالخصوص۔
341۔ ظاہری حکومت۔

اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ان کی ولادت مکہ مکرمہ، ہجرت یثرب[342] اور پایۂ تخت شام ہوگا، لہٰذا مکہ مکرمہ سے آغاز نبوت ہوا اور اس کا فیضان شام تک پہنچا، اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس سے معراج کرائی گئی اور وہ شام ہی کا ایک حصہ ہے نیز آپ سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی شام کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔

بلکہ بعض علمائے کرام نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ہر نبی علیہ السلام شام ہی سے مبعوث ہوئے اور اگر اس سے مبعوث نہیں ہوئے تو اُس نبی علیہ السلام نے اِس کی طرف ہجرت ضرور کی ہے اور آخری زمانوں میں علم وایمان کا مرکز بھی شام ہی ہوگا، اسی وجہ سے نورِ نبوت کی تابشیں دیگر ممالک کی نسبت شام میں زیادہ ظاہر ہوئیں۔

پُر نور ہے زمانہ صبح شب ولادت

نور کے ظاہر ہونے میں روایات میں جو اختلاف ہے کہ آیا یہ معاملہ حمل کے وقت تھا یا ولادت کے وقت، تاہم دونوں اوقات میں نور کے ظہور میں کوئی مانع نہیں اگرچہ ولادت کے وقت والی روایات[343] سے زیادہ صحیح ہیں۔

بہرحال اُس نور سے اِس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آنے والا ایسا نور لے کر آئے گا جس سے اہل زمین ہدایت پائیں گے، آپ کی اُمت کی سلطنت اور دین کا پیغام کائنات ارض و سما کے گوشے گوشے میں پھیل جائے گا اور خاص طور پر شمال و جنوب میں[344] بایں طور کہ وہاں سے شرک وگمراہی کی ظلمتیں کافور ہوجائیں گی۔

342۔ مدینہ۔
343۔ قرائن سے مؤید ہونے کی وجہ۔
344۔ اس کی تابشیں ظاہر ہوں گی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان مبارک ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ
مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝[345]

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن
کتاب، اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے، اُسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ
اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں
سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ
اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝[346]

ترجمہ: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد
دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا، وہی بامراد ہوئے۔

اور حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

زُوِيَتْ اَیْ جُمِعَتْ لِیَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا وَسَيَبْلُغُ مُلْكُ
اُمَّتِیْ مَا زُوِیَ۔[۳۴۷]

345۔ المائدہ:۱۵/۱۶۔

346۔ الاعراف: ۱۵۷۔

347۔ صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب ہلاک ہذہ الامۃ: ص:۱۳۲۱: رقم: ۲۸۸۹: سنن ابی
داوٗد: کتاب الفتن: باب ذکر الفتن: ص: ۷۵۹: رقم: ۴۲۵۲: سنن ابن ماجہ: ص:
۶۵۲: رقم: ۳۹۵۲: مسند احمد: ج: ۲۸: ص: ۳۳۹: رقم: ۱۷۱۱۵۔

ترجمہ: میرے لیے زمین کے مشرق و مغرب کو سمیٹ دیا گیا ہے اور عنقریب میری اُمت کی حکومت وہاں تک جا پہنچے گی جہاں تک میرے لیے زمین کو سمیٹا گیا ہے۔

اس[348] سے زیادہ کوئی حمل مجھ پر آسان نہیں تھا، اس سے وہم ہوتا ہے کہ اِس حمل کے علاوہ کوئی اور حمل بھی ہوا تھا، امام ابن سعد نے اس سے بھی زیادہ صریح حدیث حضرت اسحاق بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ نے ارشاد فرمایا: "قَدْ حَمَلْتُ الاَوْلَادَ فَمَا حَمَلْتُ الخ"۔

اس کے بعد امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس روایت کے بارے میں ہمیں پتہ علم نہیں ہے اور نہ ہی اہل علم کے یہاں یہ روایت معلوم ہے، لہٰذا حضرت عبد اللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما کی حضور نبی کریم ﷺ کے علاوہ دوسری کوئی اولاد نہیں تھی۔

امام واقدی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت امام زُہری رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے نے اپنے چچا[349] سے روایت بیان کی:

جس وقت حضور نبی کریم ﷺ میرے[350] حمل میں تشریف لائے تو انہیں جنم دینے تک میں نے ہرگز کوئی تکلیف محسوس نہیں کی۔

348۔ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا فرمان۔
349۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ۔
350۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے۔

اور دوسری روایت میں الفاظ ذرا مختلف ہیں اور وہ یوں ہیں:

میں نے اُن کا کوئی بوجھ و دَرد[351] میں محسوس نہیں کیا جیسا کہ دیگر عورتیں حمل کے وقت تکلیف و بوجھ محسوس کرتی ہیں۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

دونوں روایتوں کے الفاظ میں تاویل ممکن ہے، حضرت اسحاق بن عبد اللہ سے جو روایت مذکور ہوئی تو اگر[352] ابن طلحہ ہے تو یہ روایت مرسل ہوگی اور پھر اس کے رجال صحیح کے رجال میں سے ہیں[353] کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عبد اللہ سے اس حمل کے علاوہ بھی کوئی نامکمل حمل ہوا ہوگا جو کہ ساقط ہو گیا تھا تو اس روایت میں[354] حمل کی طرف اشارہ ہے پس اگر واقدی کے کلام کو قبول کرتے ہی ہو تو بایں طور دیگر روایات یکجا ہو سکتی ہیں۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے حمل سے حاملہ نہیں ہوئیں پس حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا "لمہ احمل" بطریق مبالغہ ہوگا، یا اتفاقی طور پر کلام میں بیان فرمایا اور روایات کے درمیان تطبیق و جمع کرنے والوں نے اول کو صحیح قرار دیا ہے۔

351۔ حمل۔

352۔ اسحاق بن عبد اللہ۔

353۔ تو اب تاویل یہ ہو گی۔

354۔ اسی ساقط ہونے والے۔

دعائے ابراہیمی کا مطلب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قرار دینا تو اِس میں اشارہ ہے اُس واقعہ کی طرف جب ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا مانگی، اے اللہ! اِس شہر کو امن کا گہوارہ بنا اور لوگوں کے دلوں کو اِس کی جانب میلان عطا فرما اور اِس کے باشندوں کو رزق عطا فرما۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝[356]

ترجمہ: اے ربّ ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ اُن پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے، بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس نبی مکرم ﷺ کے لیے دعا کو آپ کے حق میں قبول کر لیا اور دعائے ابراہیمی کے مصداق حضور نبی کریم ﷺ کو رسول بنا کر اہل مکہ کی طرف مبعوث فرمایا اور اس معاملے کا مطلب یوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجنے کا فیصلہ فرمالیا اور اسے اُم الکتاب میں لکھ دیا تو یہ فیصلہ یوں جاری ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس مذکورہ دعا کے لیے مقرر فرمادیا تا کہ اس رسول کو بھیجے جانے کا[357] اِن کی[358] ہو جائے،

355۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کا خود کو۔
356۔ البقرۃ:۱۲۹۔
357۔ سبب۔
358۔ دعا بھی۔

جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ اِن کی پشت مبارک سے اولاد دَر اولاد منتقل ہوتے رہے۔

بشارت عیسیٰ علیہ السلام کا مصداق

بشارت عیسیٰ علیہ السلام[359] قرار دینا تو اِس میں اس معاملہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اُس[360] بشارت اپنی قوم کو سنائیں تو بنی اسرائیل نے حضور نبی کریم ﷺ کو آپ کی پیدائش سے قبل ہی جان لیا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد مبارک ہے:

مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ[361]

ترجمہ: اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا، جو میرے بعد تشریف لائیں گے، اُن کا نام احمد ہے۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جس سال حضور نبی کریم ﷺ شکم مادر میں تشریف لائے، وہ سال اہل قریش پر نہایت تنگی و قحط کا تھا تو آپ کی برکت سے زمین سرسبز ہو گئی، درختوں پر پھل آگئے اور پورا مکہ نہایت سرسبز و شاداب ہو گیا حتیٰ کہ اس سال کو "الفتح والابتہاج" کا سال کہا جانے لگا اور اس خوش حالی کے باعث اُن کے پاس ہر جگہ سے مال و دولت آنے لگی۔[362]

359۔ حضور نبی کریم ﷺ کا خود کو۔
360۔ نبی مکرم ﷺ کے آنے کی۔
361۔ الصف: ۶۔
362۔ المواہب اللدنیہ للقسطلانی: ج:۱: ص:۱۱۹۔

جبین عبد المطلب رضی اللہ عنہ میں شبیہ محمدی

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ اُن دنوں قریش بلکہ تمام عرب کے حاکم و سردار تھے یہ ہر روز بڑی شان سے نکلتے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور کہتے اے گروہ قریش! میں نے اپنی آنکھوں کے درمیان ایک ایسی ہستی کی شبیہ دیکھتا ہوں گویا کہ وہ نور کامل کا ٹکڑا ہے، جسے دیکھتے دیکھتے میرا جی ہی نہیں بھرتا[363] اور اہل قریش اپنے حسد یا اندھے پن کی وجہ سے اس کی رویت کا انکار ہی کرتے رہے[364] بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اس رات قریش کا ہر جانور پکار اٹھا ربّ کعبہ کی قسم! محمد ﷺ حمل میں آگئے ہیں وہ دنیا کے امام اور اہل دنیا[365] چراغ ہیں۔

اسی لیے قریش کے تمام کاہنوں اور عرب کے تمام قبائل سے اسے مخفی رکھا گیا اور اُن کے علم کہانت کو اُن سے چھین لیا گیا اور اس دن تمام بادشاہوں کے تخت الٹ دیے گئے اور اُس دن کی صبح ہر بادشاہ گونگا کر دیا گیا حتیٰ کہ وہ پورا دن کچھ بھی نہ بول سکا اور مشرق کے پرندے مغرب کے پرندوں کو بشارت دینے گئے، اسی طرح سمندروں کی مخلوقات نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔

حضور نبی کریم ﷺ[366] مہینوں میں سے ہر مہینے میں زمین و آسمان میں ندا کی جاتی کہ خوش خبریاں سناؤ! عنقریب ابو القاسم ﷺ زمین پر سعادت و

363۔ بلکہ طلب بڑھتی جاتی ہے۔
364۔ دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے۔
365۔ کے لیے ہدایت کا۔
366۔ کے حمل کے۔

برکت کے ساتھ تشریف لارہے ہیں۔[367]

اور کہا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ شکم مادر میں مکمل نو مہینے جلوہ افروز رہے لیکن اُن کی والدہ کو کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی اور نہ ہی کوئی ایسا معاملہ پیش آیا جو دیگر حاملہ عورتوں کو پیش آتا ہے۔

وصال حضرت سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس حمل کی تکمیل کے دوران آپ کے دادا حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ کو قریشی تاجروں کے ہمراہ شام کے شہر "غزۃ" میں غلہ خریدنے کے لیے بھیجا وہاں سے لوٹتے وقت وہ بیمار ہوگئے، لہٰذا راستے میں مدینہ منورہ میں اپنے والد کے ننھیال بنی عدی ابن نجار میں ہی ایک مہینہ تک قیام فرمایا اور پھر وہیں انتقال فرما گئے۔

حضرت ابن وہب نے یونس سے اور انہوں نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے:

[368]آپ کو یثرب[369] میں کھجوریں خریدنے کے لیے بھیجا تھا اور وہیں آپ کا انتقال ہوگیا اور آپ کو "دار النابغہ" میں دفن کیا گیا۔

اس قول کو حضرت امام ابن اسحاق نے ترجیح دی ہے نیز امام ابن سعد نے بھی اسے روایت کیا ہے اور امام زبیر بن بکار و دیگر حضرات نے اسی پر اعتماد کیا ہے

367۔ المواہب اللدنیۃ للقسطلانی: ج:۱: ص:۱۲۲۔
368۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے۔
369۔ مدینہ منورہ۔

اور امام ابن جوزی نے کہا ہے کہ اکابر اہل سیرت و تاریخ کے یہاں. یہی پسندیدہ ہے جبکہ بعض حضرات نے تو اسی کو جمہور علماء کرام کا قول قرار دیا ہے، البتہ بعض نے کہا ہے کہ آپ کا وصال[370] کی پیدائش کے بعد ہوا تھا، لہٰذا حضرت یحیٰ بن سعید الاموی نے مغازی میں[371] ایک ضعیف راوی عثمان بن عبد الرحمن و قاصی سے اور انہوں نے زہری سے اور انہوں نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے یہاں جب[372] کی پیدائش ہوئی تو حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ کو حکم دیا کہ انہیں لے کر قبائل عرب میں پھریں تو انہوں نے ایسا ہی کیا پھر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اُجرت پر دودھ پلانے کے لیے لے لیا اور حضور نبی کریم ﷺ اُن کے پاس چھ سال تک رہے تا آنکہ شق صدر کا واقعہ پیش آیا تو انہوں نے آپ ﷺ کی والدہ کے پاس واپس بھیج دیا۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ اُس وقت[373] آپ ﷺ کی عمر کتنی تھی، کہا گیا کہ دو سال اور چار مہینے تھی، اسے امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے، بعض نے کہا کہ اِسی سال حضرت عبد اللہ اپنے ننھیال کی طرف ملنے کے لیے مدینہ منورہ گئے اور وہیں اُن کا وصال ہوا۔

کہا گیا کہ فرشتوں نے بارگاہِ عالی میں عرض کی، اے ہمارے رب! اے ہمارے آقا! تیرا نبی ﷺ تو یتیم ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا، میں اس کا ولی و مددگار اور حفاظت کرنے والا ہوں۔

370۔ حضور نبی کریم ﷺ۔
371۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ کے۔
372۔ حضور نبی کریم ﷺ۔
373۔ جب آپ ﷺ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی گئی، حضور نبی کریم ﷺ کو والدین کی طرف سے کیوں یتیم کیا گیا تو ارشاد فرمایا: تاکہ مخلوق کا ان پر کوئی احسان نہ ہو۔ اسے ابو حیان نے "بحر" میں نقل کیا ہے۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت عبد اللہ نے بوقت وصال ایک لونڈی اُم ایمن[374] پانچ اونٹ اور کچھ بکریاں چھوڑیں تھی پس یہ ترکہ حضور نبی کریم ﷺ کو ملا اور اُم ایمن آپ ﷺ کی پرورش فرماتیں رہیں اور جس ننھیال کی طرف ماقبل اشارہ کیا گیا، وہ یوں ہے کہ ہاشم بن عبد مناف نے مدینہ منورہ میں سلمٰی بنت عمرو بنی نجار سے شادی کرلی تھی اور اس سے عبد المطلب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے[375]۔

اور ہجرت کے باب میں حضور نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث میں مروی ہے: میں عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ننھیال میں ٹھہرا لہٰذا اُن کی تکریم کرتا ہوں۔

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے ماموؤں کے یہاں "یا فرمایا" اپنے داداؤں[376] کے یہاں۔

تو اس میں شک ابن اسحاق سبیعی راوی کی طرف سے ہے یا پھر یہ کلام بطریق مجاز ہے اور خالوؤں کا اعتبار ماں کی طرف سے ہوتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کا قیام تو ابن مالک بن نجار کے یہاں تھا، بنی عدی کے یہاں نہیں۔

374۔ جس کا نام برکۃ حبشیہ تھا۔

375۔ تو اسی وجہ سے انہیں ننھیال کہا گیا ورنہ حضور علیہ السلام کی والدہ بنی نجار سے نہیں تھیں تفصیلی واقعہ ماقبل گزر چکا ہے۔

376۔ ددھیال۔

معجزانہ ولادت باسعادت

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل" میں اور امام طبرانی وابو نعیم نے محمد بن ابی سوید ثقفی سے بطریق عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ مجھے میرے صحابیہ والدہ حضرت فاطمہ بنت عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

جس رات حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو دردِ زہ کا معالہ پیش آیا تو میں اُس وقت وہاں موجود تھی[377] اور میں ستاروں کو دیکھ رہی ہوں کہ میرے قریب ہوتے جارہے ہیں اور ایسا لگتا تھا کہ وہ میرے اُوپر ہی آگریں گے پس جب انہوں نے بچے کو جنم دے دیا تو اُن سے ایک نور نکلا جس سے در و دِیوار روشن ہو گئے۔[378]

امام ابن سعد نے کہا ہمیں ہیثم بن خارجہ نے خبر دی انہیں یحییٰ بن حمزہ نے بطریق اوزاعی از حسان بن عطیہ حدیث بیان کی:

بیشک جس وقت حضور نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو ہاتھ اور گھٹنے زمین پر رکھے اور نظریں آسمان کی طرف بلند فرمالیں۔ یہ روایت مرسل ہونے کے باوجود قوی ہے۔

اسی طرح اسحاق بن ابی طلحہ سے ایک مرسل روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

میں نے انہیں ستھرا پیدا کیا ہے، ایسے پیدا نہیں کیا، جیسا کہ بکری کا بچہ پیدا ہوتا ہے یعنی آپ ﷺ ایسے مبارک پیدا ہوئے کہ آپ کے اہل و خاندان

377۔ درد کا معاملہ انہوں نے عام عورتوں کے حالات پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ورنہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حمل یا ولادت کے وقت کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ تفصیلی کلام ماقبل ہو چکا۔

378۔ المواہب اللدنیۃ للقسطلانی: ج:۱: ص:۱۴۷۔

والے[379] آپ ﷺ سے[380] بہت محبت کرتے تھے اور آپ ﷺ کے بدن اقدس پر کوئی ناپسندیدہ شئی نہیں دیکھی گئی اور وہ زمین پر اپنے ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے۔[381]

حضرت ابو الحسن بن بشران نے ابن سماک سے روایت کی انہیں حضرت ابو الحسن بن براء نے خبر دی کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

میں نے آپ ﷺ کو جنم دیا تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل تشریف فرما ہو گئے اور آسمان کی جانب دیکھنے لگے پھر ایک مٹھی زمین سے بھری اور سجدہ میں گر گئے پھر میں نے برتن آپ ﷺ کی طرف کیا تو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کی[382] پھٹ چکا تھا تو آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے کو چوسنا شروع کیا اور اُس میں سے دُودھ نکلنے لگا۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کو جنم دے دیا تو اِن کے دادا حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے گھرانے میں آج کی رات ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اسے آکر دیکھ لیں پس جب وہ دیکھنے آئے تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اُن واقعات سے باخبر کر دیا جو حمل سے اب تک انہوں نے دیکھے تھے۔[383]

379۔ مختلف بشارت کی وجہ سے۔
380۔ پہلے ہی سے۔
381۔ طبقات ابن سعد: ج:۱ص: ۸۲۔
382۔ ہیبت وعظمت کے سبب۔
383۔ طبقات ابن سعد: ج ۱: ص ۸۳: عیون الاثر: ج: ۱: ص: ۸۳۔

تو آپ نے بچہ کو گود میں لیا اور یہ کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا شکر ادا کرنے لگے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَعْطَانِيْ هٰذَا الْغُلَامَ الطَّيِّبَ الْاَرْدَانِ
قَدْ سَادَ فِي الْمَهْدِ عَلَى الْغِلْمَانِ أُعِيْذُهٗ بِالْبَيْتِ ذِي الْاَرْكَانِ

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے یہ پاکیزہ و مطیب لڑکا عطا کیا ہے، یہ تو گود ہی میں لڑکوں کو سردار ہو گیا، میں اِسے ستونوں والے[384] پناہ میں دیتا ہوں۔[385]

پس ثویبہ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا ابو لہب کی لونڈی گئی اور اپنے آقا ابو لہب کو اس کے بھائی عبد اللہ کے یہاں لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دی تو اُس نے اِسے فوراً آزاد کر دیا۔

فیضانِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ثویبہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو دودھ بھی پلایا تھا نیز فرمایا کہ مروی ہے ابو لہب کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا حال ہے؟ کہنے لگا: آگ میں ہوں لیکن ہر پیر کو مجھ پر سے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے اور میری اِن دو انگلیوں کے درمیان سے مجھے کچھ پانی پینے کے لیے مل جاتا ہے، یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے انگلیوں کے پوروں کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ اِس

384۔ خانہ کعبہ کے رب کی۔
385۔ طبقات ابن سعد: ج:۱ص: ۸۳: الروض الانف: ج:۲: ص: ۱۵۷۔

لیے ہے کہ جب ثویبہ نے مجھے نبی[386] کی پیدائش و رضاعت کی خوشخبری سنائی
اِن کے اشارے سے میں نے اسے آزاد کر دیا تھا۔[387]

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب اُس کافر ابو لہب کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن پاک
میں صریح مذمت نازل ہوئی ہے اور اس کے باوجود حضور نبی کریم ﷺ
ولادت کی خوشی منانے پر اس کے عذاب میں ہر پیر کے روز کمی کر دی جاتی ہے
پھر اُس مسرور[388] اُمتی کا کیا حال ہو گا جو حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں خر
کرے، مجھے اپنی عمر کی قسم! بے شک اس کی جزا رب کریم جل جلالہ ضرور دے
اور اپنے فضل کریم سے اسے جنت نعیم میں داخل کرے گا۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
کیا ہے:

مکہ مکرمہ میں ایک تاجر رہتا تھا پس جس رات رسول اللہ ﷺ پ
ہوئے تو وہ پوچھنے لگا، اے گروہ قریش! کیا آج کی رات تمہارے یہاں کوئی لڑ
پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں تو کچھ علم نہیں، اُس نے کہا ذرا دیکھو کیونکہ آ
کی رات اِس آخری اُمت کا نبی پیدا ہو چکا ہے جس کے کندھوں کے درمیان ایک
نشانی ہے، اس پر کچھ بال بھی ہیں جیسا کہ گھوڑے کی گردن پر ہوتے ہیں اور
بال ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، وہ لڑکا دو راتوں تک دودھ نہیں پیئے

386۔ ﷺ۔
387۔ طبقات ابن سعد، ج:۱، ص: ۸۸: البدایۃ لابن کثیر: ۳: ص: ۴۰۷۔
388۔ مؤمن و مسلمان۔

کیونکہ عفریت جنؒ نے اِس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا ہے[389] تو اہل قریش پلٹے اور معلومات کرنے لگے۔

انہیں بتایا گیا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، تو یہ سنتے ہی یہودی نکلا حتی کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس آن پہنچا اور کہنے لگا ذرا اپنے بیٹے کو باہر لائیں آپ انہیں باہر لائیں تو اس نے آپ ﷺ کی پشت پر سے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ وہ نشان اُبھرا ہوا پشت پر موجود ہے، یہ دیکھ کر یہودی بے ہوش ہو گیا جب کچھ افاقہ ہو تو لوگوں نے کہا تیرا برا ہو تجھے کیا ہو گیا؟ وہ کہنے لگا اے گروہ قریش! اللہ کی قسم! نبوت بنی اسرائیل سے جاتی رہی اللہ کی قسم! اب تمہاری شان و شوکت اتنی بڑھ جائے گی کہ مشرق و مغرب میں تمہارے چرچے ہوں گے۔[390]

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یہ اس بات پر دلیل ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کے وقت ہی سے آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت موجود تھی اور یہ وہی علامت تھی جسے اہل کتاب جانتے تھے، اسی کا سوال کرتے تھے اور اسی کو اپنے پاس ٹھہرانے کا مطالبہ کرتے رہتے تھے۔

حتی کہ مروی ہے ہرقل بادشاہ نے ایک شخص کو حضور نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا تاکہ آپ ﷺ کی خاتم نبوت کو دیکھ لے اور پھر ہمیں اس کی خبر دے۔

389۔ عفریت جن کا ہاتھ رکھنا یہ خاص اس یہودی کا اپنا خیال ہے حقیقت میں ایسا کچھ نہیں تھا۔

390۔ المواہب اللدنیۃ للقسطلانی: ج:۱: ص:۱۲۲: البدایہ لابن کثیر: ۲: ص: ۲۹۱۔

لیکن ابھی روایت آئے گی کہ وہ دو فرشتے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کو چاک کر کے اسے حکمت سے بھرا انہوں نے ہی مہر نبوت کو شانوں کے درمیان لگایا تھا اور یہی روایت پہلی روایت سے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

میں[391] کہتا ہوں کہ دونوں روایات میں تطبیق ممکن ہے البتہ وہ روایت جس میں مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد شانوں سے مہر نبوت کو اٹھالیا گیا تھا تو اس روایت کی سند ضعیف ہے اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان سے انہوں نے اپنی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے:

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی رات آئی تو مکہ مکرمہ کے ایک یہودی نے کہا آج کی رات تمہارے اس شہر میں ایسا نبی پیدا ہو گا جس کی صفت یہ ہو گی کہ وہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کی تعظیم کرے گا لیکن اُن کی[392] اُمت کو قتل کرے گا پس اگر تمہارے ہاں[393] یہ خبر غلط ثابت ہو جائے تو اہل طائف یا اہل ایلہ کو اس کی بشارت دے دو اور اسی رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو وہ یہودی نکلا اور مقام ابراہیم میں داخل ہوا اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور بیشک موسیٰ[394]

391۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ۔
392۔ باغی۔
393۔ آج۔
394۔ علیہ السلام۔

حق ہیں اور محمد[395] بھی حق ہیں۔ یہ کہنے کے بعد وہ یہودی ایسا غائب ہوا کہ اُس کی کوئی خبر نہ مل سکی۔

امام ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں بطریق شعیب ابن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے:

"مَرُّ الظَّهْرَان" میں ایک راہب "عیصا" نامی رہتا تھا، اِس نے ایک مرتبہ دوران گفتگو کہا، اس نے عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی پیدائش کی رات بتادیا تھا کہ بیشک وہ[396] اِس اُمت کے نبی ہوں گے اور اُن کی چند صفات بھی ذکر کر دی تھیں۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ نشانیاں جو حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت اور اس کے بعد واقع ہوئیں بہت ساری ہیں اور یہ اُن نشانیوں کے علاوہ ہیں جو اسلام میں اعلانِ نبوت کے بعد رونما ہوئیں اور وہ علمائے کرام و ائمہ عظام کے درمیان معروف و مشہور ہیں اور انہیں جمع کرنے کے لیے علمائے کرام مثلاً امام ابو نعیم، امام سہیلی وغیرہ نے بڑا اہتمام کیا ہے، انہوں نے اعلان نبوت بلکہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل کی نشانیوں کو بھی جمع کرنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ امام حاکم نے کتاب الاکلیل، ابو سعید نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ، ابو نعیم و بیہقی نے دلائل النبوۃ اور[397] شفا شریف وغیرہ میں ایسا کیا ہے۔

395۔ ﷺ۔
396۔ پیدا ہونے والے۔
397۔ قاضی عیاض نے۔

آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ملک قیصر و کسریٰ

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ "معرفۃ الصحابہ" میں حضرت مخزوم بن ہانی کی ا
کے والد سے روایت ذکر کرتے ہیں اور اُن کی عمر ۱۵۰ سال ہوئی:

ایون کسریٰ میں زلزلہ آیا جس سے ایک ہیبت ناک آواز سنائی دی ا
ایوان کسریٰ میں دراڑیں پڑ گئیں۔[398]

شیخ المشائخ ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ دَراڑیں ابھی تک باقی ہیں اور ہمیں اِس بات کی خبر اُن لوگوں ۔
دی، جنہوں نے بذاتِ خود مدائن میں اسے دیکھا[399] اور ایون کسریٰ کے چودہ بل
کنگرے بھی گر گئے اور "شُرفَۃٌ" دراصل "شرف" کا مفرد ہے اور شرف[400]
اُسے کہتے ہیں، جو دیواروں پر خوبصورتی لیے بنائے جاتے ہیں تا کہ دیکھنے والوں
بھا جائیں۔

اور فارس[401] کی آگ بھی بجھ گئی، جس کی لوگ عبادت کرتے تھے،
آگ دو ہزار سال سے نہیں بجھی تھی بلکہ یہ لوگ صبح شام اِسے روشن کرنے می
لگے رہتے تھے لیکن اُس رات[402] اسے کوئی بھی روشن نہیں کر سکا اور وہ لوگ
اسے بھڑکانے سے عاجز آ گئے۔

398۔ عیون الاثر لابن سید الناس:ج: ا: ص: ۸۳۔
399۔ عیون الاثر لابن سید الناس:ج: ا: ص: ۸۳۔
400۔ کنگرہ۔
401۔ کے آتش کدہ۔
402۔ آگ بجھنے کے بعد۔

نیز "بحیرۂ ساوہ" بھی خشک ہوگیا، اس کے ارد گرد کے باشندے شرک و دشمنی کا اعلیٰ نمونہ تھے اور یہ بحیرہ[403] بہت بڑا تھا حتیٰ کہ اس کا فاصلہ ایک فرسخ سے بھی زیادہ تھا اور یہ عراق عجم میں "ہمدان اور قم" کے درمیان واقع تھا اِس میں کشتیاں چلا کرتیں تھیں اور اس کے قرب و جوار کے باشندے مثلاً فرغانہ، رے وغیرہ اس میں سفر کرتے تھے۔

تو حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی رات وہ چشمہ بھی خشک ہو کر رہ گیا اور ایسا خشک ہوا کہ گویا کبھی بھی اِس کے دامن میں پانی تھا ہی نہیں بلکہ اس کا پانی بالکل ہی غائب ہوگیا حتیٰ کہ بعد میں اسی جگہ "ساوہ" شہر معرض وجود میں آیا جو اَب بھی ایک قلعے کی صورت میں آباد ہے۔

اور "مؤبذان" نے خواب دیکھا، یہ اُن شہروں اور ممالک کا حاکم اعلیٰ تھا کہ سخت جسامت والے اُونٹ عربی گھوڑوں کو ہانک رہے ہیں اور دریا دجلہ کو عبور کر کے تمام شہروں میں پھیل چکے ہیں۔[404]

اس رات شیاطین پر شہاب ثاقب برسائے گئے حالانکہ اس سے قبل وہ ہر جگہ سے باتیں چرایا کرتے تھے اور[405] ابلیس کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا جیسا کہ مروی ہے[406] یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔

403۔ چشمہ، تالاب۔

404۔ عیون الاثر لابن سید الناس:ج: ۱: ص:۸۴۔

405۔ ان کے سردار

406۔ وہ آسمان پر جا کر بیٹھ جاتا اور وہاں سے باتیں چوری کر لیتا۔

حضرت بَقِی بن مَخْلَد رحمۃ اللہ علیہ "صاحب مسند" نے اپنی تفسیر میں ذکر ہے اور اسی روایت کو ہم نے بھی حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے [407] نقل کیا ہے۔

ابلیس چار مرتبہ شدید رویا (۱) جب اسے لعنتی قرار دیا گیا (۲) ج اسے آسمان سے نیچے اتارا گیا (۳) جب حضورِ نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے (۴) ج حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا، یا پھر جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔[408]

اس بات میں کچھ اختلاف ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مہر نبوت ساتھ پیدا ہوئے جیسا کہ ماقبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت گزر چکی یا بو ولادت مہر نبوت عطا کی گئی یا ایام رضاعت میں شق صدر کے دوران دو فرشت میں سے ایک نے اسے لگایا۔

پہلے قول کو امام ابن سید الناس، دوسرے کو حافظ مغلطائی نے یحیٰ عابد سے بصیغۂ تمریض [409] روایت کیا ہے جبکہ تیسرا قول زیادہ صحیح و در ہے، لہٰذا امام طیالسی و حارث نے اپنی اپنی "مسند" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور امام ابو نعیم نے "دلائل" میں روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا:

جبرائیل نے میری پشت پر مہر لگائی حتی کہ اس کا اثر میں نے اپنے میں محسوس کیا۔

407۔ اپنی سند کے ساتھ۔

408۔ الروض الانف: ج:۲: ص:۱۴۹: عیون الاثر: ج: ۱: ص:۸۲: البدایۃ لابن کث ۳/۳۹۱۔

409۔ ایسے الفاظ جن سے روایت کا ضعیف ہونا معلوم ہو۔

اور حدیث ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ جسے امام احمد نے[410] میں اور امام بیہقی نے "دلائل" میں روایت کیا ہے وہ بھی کچھ اسی طرح ہے اور میں کہتا ہوں کہ ان روایات میں تطبیق کرنا بھی ممکن ہے بایں طور کہ ہر مرتبہ اِفادہ میں اضافہ کا ظہور ہوا ہو۔

اسی طرح اِس بات میں بھی کچھ اختلاف ہے کہ کیا آپ ﷺ پیدائشی ختنہ شدہ پیدا ہوئے یا پھر بعد میں ختنہ کیا گیا۔

پس امام طبرانی و ابو نعیم نے بطریق حسن اَز انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے یہاں میری کرامت و عزت ہے کہ مجھے ختنہ شدہ پیدا کیا گیا اور کسی نے بھی میری شرمگاہ کو نہیں دیکھا۔[411]

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق عطا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ اَز عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ اَز ابن عباس رضی اللہ عنہما اور انہوں نے اپنے والد[412] سے روایت کی ہے:

حضور رسالت مآب ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے دادا[413] اِس پر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے ضرور میرے اِس بیٹے کی کوئی بلند شان ہو گی۔[414]

410۔ مسند۔

411۔ المواہب اللدنیۃ: ج:۱: ص:۱۳۳: البدایہ لابن کثیر: ۳: ص: ۳۸۷۔

412۔ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ۔

413۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ۔

414۔ البدایۃ لابن کثیر: ۳: ص: ۳۸۷۔

امام ابو جعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ" میں لکھا ہے:

حضور نبی مکرم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

امام ابو عبد اللہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بیشک حضور نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے "تمہید" میں روایت کیا ہے:

آپ ﷺ کے دادا [415] نے ساتویں دن آپ ﷺ کا ختنہ کیا اور دعوت کی۔

میں کہتا ہوں ختنہ کی خوشی میں انہوں نے جو دعوت طعام کی تھی شاید اسی سے یہ وہم پیدا ہوا کہ ختنے بھی اسی دن ہوئے تھے [416] پس حدیث میں "ختنہ" کا معنی "أَظْهَرَ الْخِتَانَ" ہے یعنی انہوں نے آپ ﷺ کا ختنہ شدہ ہونا ظاہر فرمایا [417] اور آپ ﷺ کا عظیم الشان اور واضح البرھان ہونا بیان کیا۔

کیونکہ امام ابن عبد البر کی روایت میں تو یہ بھی آیا ہے کہ انہوں نے ساتویں دن ایک مینڈھا ذبح کیا اور اہل قریش کو کھانے کے لیے بلایا، جب وہ لوگ کھانا کھا چکے تو پوچھنے لگے اے عبد المطلب رضی اللہ عنہ! جس لڑکے کے لیے تو نے ہماری ایسی شان والی دعوت کی ہے ذرا اسے بھی تو دیکھا اور اس کا نام کیا رکھا ہے، تو آپ نے فرمایا "محمد" [418] وہ بولے تم نے اپنے خاندان والوں کے ناموں سے

415۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ۔

416۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

417۔ اور اس کی خوشی میں کھانے کا اہتمام فرمایا۔

418۔ ﷺ۔

کیوں بے رغبتی کی؟ آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ اس کی آسمانوں میں تعریف کرے اور خلق خدا زمین پر اِس کی تعریف کرے۔[419]

اور کسی کہنے والے نے نہایت عجیب بات کہی[420] کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ختنے کیے۔[421]

امام عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس بارے میں کوئی بھی روایت تحقیق کے اُصول پر نہیں اُترتی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں سکوت اختیار کیا ہے کہ آپ ﷺ کے دادا نے آپ کا ختنہ کیا۔

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ سے جب کسی نے سوال کیا حضور نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: اللہ اعلم پھر فرمایا مجھے اس بارے میں علم نہیں۔

حنابلہ میں سے امام ابو بکر عبد العزیز بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو صحیح کہنے کے بارے میں کوئی جسارت نہیں کی[422]۔

419۔ الروض الانف:ج:۲: ص:۱۵۱/۱۵۰۔
420۔ یعنی یہ قول لائق توجہ نہیں۔
421۔ البدایہ لابن کثیر: ۳: ص: ۳۸۸۔
422۔ بلکہ توقف فرمایا ہے۔

اور جو بعض روایات میں آپ ﷺ کے دادا کا ختنہ کروانا مذکور ہے تو بعض ائمہ نے اسے ہی قرین صواب کہا ہے لیکن امام حاکم نے ارشاد فرمایا کہ پہلی بات[423] متواتر روایات سے ثابت ہے[424]۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

میں بھی اس قول کی طرف میلان رکھتا ہوں کیونکہ آپ ﷺ کی والدہ کا فرمان ہے میں نے انہیں ستھرا پیدا کیا۔

نام محمد ﷺ کی حفاظت کا اہتمام

بعض ائمہ کرام نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ ﷺ کے گھر والوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی تھی کہ وہ آپ ﷺ کا نام "محمد" رکھیں کیونکہ آپ ﷺ کی ذات والا صفات میں قابل تعریف اَوصاف مبارکہ موجود تھے اور یوں اسم و معنی میں مطابقت ہوگئی۔[425]

کہا گیا ہے کہ اسماء[426] آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور اس[427] حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کیا خوب صورت شعر کہے ہیں:

وَضَمَّ الالٰهُ اِسْمَ النَّبِيِّ اِلَى اِسْمِهٖ ۔۔۔ اِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَدُ

وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ ۔۔۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدُ

423۔ ختنہ شدہ وناف بریدہ پیدا ہونا۔

424۔ یہاں متواتر بمعنی کثیر ہے، علم حدیث کی اصطلاح مراد نہیں۔

425۔ البدایۃ لابن کثیر: ۳: ص: ۳۹۰۔

426۔ نام۔

427۔ نام محمد ﷺ کے بارے میں۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملادیا جب بھی مؤذن دن میں پانچ مرتبہ ''اشھد'' کہتا ہے اور اُن کا نام اپنے نام سے مشتق کر کے نکالا تاکہ اس کی عظمت ظاہر ہو جائے، پس وہ عرش والا[428] محمود اور یہ[429] محمد ہیں۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے ابتداء ہی آپ کا نام ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا یا پھر خواب میں بشارت پا کر رکھا۔

امام ابوربیع بن سالم الکلاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ چاندی کی ایک لڑی اُن کی پشت سے نکلی ہے اور اس لڑی کے کنارے مشرق و مغرب، آسمان و زمین میں چار طرف پھیلے ہوئے ہیں پھر وہ لڑی سمٹ کر ایک درخت بن گئی جس کا ہر ہر پتہ نور تھا اور اہل مشرق و مغرب اس سے لپٹے ہوئے ہیں، حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے جب یہ خواب بیان کیا تو انہیں تعبیر بتائی گئی کہ اِن کی اولاد میں سے ایک شخص ہو گا جس کی اہل مشرق و مغرب اتباع کریں گے اور اہل زمین و آسمان اس کی تعریف و توصیف کریں گے، لہٰذا اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام[430] رکھا گیا نیز حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے بھی ارشاد فرمایا کہ اس نام کے رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔[431]

428۔ رب۔

429۔ زینت عرش وفرش والے نبی۔

430۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

431۔ عیون الاثر: ج: ۱/ ۸۸: الروض الانف: ج: ۲/ ۱۵۱: البدایۃ لابن کثیر: ۳/ ۳۸۹۔

"محمد و احمد" حضور رسالت مآب ﷺ کے دو نام ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں بھی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ [432]

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں۔

مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ○ [433]

ترجمہ: ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام احمد ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے:

حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام نے نام محمد ﷺ کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اگر محمد نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔

اور باقی رہی حدیث ﴿لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ﴾ پس [434] اس کا معنی صحیح [435] ہے اور علامہ صنعانی نے اسے موضوع کہا ہے [436]۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

احمد "اَفْعَلُ" کے وزن پر اسم تفضیل مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کا معنی جس سے بکثرت تعریف کا صدور ہو اور محمد "مُفَعَّلٌ" کے وزن پر ہے، اِس کا

432۔ الفتح:۲۹۔

433۔ الصف: ۶۔

434۔ اگرچہ لفظاً یہ حدیث ثابت نہیں ہے لیکن۔

435۔ وثابت۔

436۔ لیکن یہ حکم وضع درست نہیں ہے۔

معنی جس کی بکثرت تعریف کی گئی ہو اور یہ [437] ہی "حمد" سے مشتق ہیں، حضور نبی کریم ﷺ تعریف کے لحاظ سے دنیا و آخرت میں تمام لوگوں پر فضیلت و کثرت رکھتے ہیں، لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ اَحْمَدُ الْمَحْمُوْدِیْن اور اَحْمَدُ الْحَامِدِیْن ہیں، بروز قیامت "لواء الحمد" آپ ہی کے ہاتھوں میں ہو گا تاکہ کمالِ حمد بھی آپ ﷺ ہی کے لیے [438] ہو جائے اور میدان قیامت میں آپ ﷺ کا حمد کے ساتھ چرچا ہو جائے، اسی لیے آپ ﷺ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا، تمام اولین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے اور آپ ﷺ کے لیے ایسے ابواب حمد کو کھولا جائے گا، جو کسی دوسرے پر نہیں کھلے ہوں گے، جیسا کہ اِس بارے میں بخاری و مسلم میں بھی روایات موجود ہیں۔

سابقہ انبیائے کرام کی مقدس کتابوں میں حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت کو "حمادین" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، لہٰذا [439] آپ ﷺ ہی کے لیے شایاں تھا کہ آپ ﷺ کے نام "محمد و احمد" رکھے جائیں۔

اور اِن دونوں ناموں میں عجیب و غریب خصوصیات اور واضح نشانیاں ہیں، ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس نام کو محفوظ رکھا اور آپ ﷺ سے قبل کسی کو یہ نام رکھنے کی توفیق نہیں بخشی۔

لہٰذا سابقہ آسمانی صحائف میں "احمد" نام اگرچہ موجود بھی تھا اور انبیائے کرام اس نام سے بشارت بھی دیتے رہے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے لوگوں کو

437۔ دونوں۔

438۔ ظاہر و ثابت۔

439۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر۔

اس نام کے رکھنے سے محفوظ رکھا، اس میں حکمت یہ بھی تھی کہ کسی کا یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نہ ہو اور نہ ہی کوئی اس نام سے پکارا جائے تاکہ بعد میں کمزور قلوب اس کے باعث شک میں مبتلا نہ ہو جائیں[440] اسی طرح نام "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے کہ عرب و عجم میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی نے یہ نام نہیں رکھا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور وولادت سے پہلے ہی یہ بات پھیل چکی تھی کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے اس کا نام "محمد" ہو گا پھر اگرچہ اہل عرب میں سے کچھ افراد نے اس اُمید پر اپنے بیٹوں کا نام "محمد" رکھا تاکہ شاید وہ نبی اِن ہی میں سے ہو جائیں لیکن:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔[441]

ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس نام "محمد" رکھنے والوں کو دعویٰ نبوت سے بھی باز رکھا اور دوسروں کو بھی نہیں نبی کہنے سے باز رکھا نیز ایسے اسباب واَوصاف سے بھی باز رکھا، جس کی وجہ سے کوئی اُن کے بارے میں شک میں مبتلا ہو[442] تاآنکہ دونوں ناموں کے اعتبار سے تمام تر کمالات صفات کا معاملہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہو گیا اور کسی ایک نے بھی اس بارے میں اعتراض نہیں کیا۔[443/444]

440۔ کہ احمد کونسا، فلاں بن فلاں یا پھر فلاں وغیرہ۔

441۔ الانعام: ۱۲۴۔

442۔ کہ ہو سکتا ہے یہی وہ نبی ہوں کیونکہ اس میں فلاں صفت موجود ہے جس کے بارے میں ہم نے سنا ہے وغیرہ۔

443۔ یہ اعتراض کی نئی جہت ۱۴۰۰ سال بعد قادیانی کے ذہن میں ایجاد ہوئی جس کی جھوٹی نبوت کے بلند وبانگ دعاوی کو اُس وقت کے علمائے اہل سنت نے خاک میں ملا دیا۔

444۔ کتاب الشفاء للقاضی عیاض: ج:۱: ص:۱۴۵: عیون الاثر لابن سید الناس: ج: ۱: ص:۸۹: البدایۃ لابن کثیر: ۳: ص: ۲۷۔۳۔

اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر اسمائے گرامی ہیں حتی کہ بعض علمائے کرام نے اِس کی تعداد ایک ہزار تک بیان کی ہے۔[445]

اکثر اسمائے گرامی ایسے افعال سے موصوف ہیں جن سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی متصف ہے، میں نے اس میں سے کچھ کو اپنی کتاب "القول البدیع" میں جمع کیا ہے اور مجھ سے قبل کسی نے اس کے نصف کو بھی یکجا نہیں کیا[446] اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسماء کی کثرت مسمی کی کثرت پر دلالت کرتی ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی کی قدر و منزلت جاننے کے

445۔ حضرت سیّدی امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ "اسماء النبی" صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ کثرت اسمائے "شرف مسمیٰ" سے ناشئ ہے، آٹھ سو ۸۰۰ سے زائد مواہب و شرح مواہب میں اور فقیر نے تقریباً چودہ سو ۱۴۰۰ پائے اور حصر ناممکن، (فتاوی رضویہ جلد ۲۸ صفحہ ۳۶۵ رضا فاؤنڈیشن لاہور) جبکہ مخدوم زماں شیخ الاسلام محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب میں باقاعدہ "اسماء النبی" صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا ہے اور اس میں ۱۱۸۱ تک اسماء گرامی لکھے ہیں، نیز دوران ترجمہ "الدولة المكيه" کا مطالعہ کرتے ہوئے پیر زادہ اقبال احمد فاروقی کا حاشیہ نظر سے گزرا وہ لکھتے ہیں: "اسماء النبی" صوفی برکت علی صاحب سالار والا، ۲۴ جنوری ۱۹۹۷ نے چار ضخیم اور خوب صورت جلدوں پر مشتمل ایک کتاب شائع کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہزار ۲۰۰۰ اسماء گرامی جمع کیے ہیں۔ الدولة المكيه مترجم: ۱۲۸، ابو محمد غفرلہ۔

446۔ اگر آ نے بھی چند سو ہی لکھے ہیں۔

لیے تیرے واسطے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ ﷺ کے نام ا
اسمائے حسنیٰ میں سے رکھے ہیں اور آپ ﷺ کو اپنی صفات عظیم میں
موصوف فرمایا، جیسا کہ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور میں
ہوں شیخ المشائخ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (اسماء النبی) سے متع
کتاب لکھی ہے اور اس میں پانچ سو سے زائد اسمائے گرامی کو یکجا کیا گیا ہے[447]
میں نے اُس میں سے جان بوجھ کر صرف[448] "۹۱" اسمائے گرامی لیے ہیں۔

هَذَا الْحَبِيْبُ فَمِثْلُهُ لَا يُوْلَدُ   وَالنُّوْرُ مِنْ وَجَنَاتِهِ يَتَوَ
جِبْرِيْلُ نَادَى فِيْ مُنَصَّةِ حُسْنِهِ   هَذَا مَدِيْحُ الْكَوْنِ هَذَا اَ
هَذَا مَلِيْحُ الْوَجْهِ هَذَا الْمُصْطَفٰى   هَذَا جَمِيْلُ الْوَصْفِ هَذَا السَّ
هَذَا جَلِيْلُ النَّعْتِ هَذَا الْمُرْتَضٰى   هَذَا كَحِيْلُ الطَّرْفِ هَذَا الْاَ
هَذَا الَّذِيْ خَلَعَتْ عَلَيْهِ مَلَابِسُ   وَنَفَائِسُ فَنَظِيْرُهُ لَا يُوْ

(۱) یہ حبیب ﷺ ہیں پس اِن کی مثل کوئی پیدا ہی نہیں ہوا اور نور تو
کے رخساروں سے پھوٹتا رہتا ہے۔
(۲) جبریل[449] مسرت سے پکار اٹھے یہ کائنات کے حسین ہیں یہ احمد ہیں۔
(۳) یہ خوبصورت چہرے والے مصطفیٰ ﷺ ہیں، یہ اچھے اوصاف وا
یہ پناہ گاہ ہیں۔

447۔ اس کا نام النهجة السوية فی الاسماء النبوية ہے، اس میں کل "۴۷۰" اسم
نبوی کے عنوانات ہیں۔
448۔ بطور نخبہ۔
449۔ اس پیکر حسن کو دیکھ کر۔

(۴) یہ برگزیدہ، یہ پسندیدہ، یہ سرمگیں چشم، یہ بزرگی والے ہیں۔

(۵) یہ وہ ہستی ہیں جنہیں نفاست و عظمت کے لباس سے آراستہ کیا گیا، لہٰذا اِن کی نظیر ملنا ممکن ہی نہیں۔

پیدائش کا سال

اور حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش "عام الفیل" میں ہوئی جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی "جامع" میں قیس بن مخرمہ اور[450] بن اشیم سے[451] امام بیہقی نے 'دلائل" میں سوید بن غفلہ سے جو "مخضرمین" میں سے ایک تھے اور امام حاکم نے اپنی "صحیح" میں اور امام بیہقی نے حجاج بن محمد اَز یونس رضی اللہ عنہ ابن ابی اسحاق، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے "یوم الفیل" کے لفظ کے ساتھ روایت ذکر کی ہے، نیز امام حاکم نے ایک اور سند کے ساتھ حمید ابن الربیع اَز حجاج بھی اسی طرح کی روایت ذکر کی ہے اور فرمایا "یوم الفیل" کہنے میں "حمید" راوی منفرد ہے اور انہوں نے امام ابن معین کی روایت کا بھی تعاقب کیا ہے لیکن "عام الفیل" کے

450۔ قباث۔

451۔ عام الفیل کے الفاظ والی روایت ترمذی شریف، ابواب المناقب، باب ماجآء فی میلاد النبی ﷺ میں صرف قیس بن مخرمہ سے مروی ہے، قباث بن اشیم والی روایت جو بطریق عثمان بن عفان ہے، اُس میں صرف بڑے ہونے کا تذکرہ ہے "عام الفیل" کے الفاظ نہیں ہیں، ابو محمد غفر لہ۔

الفاظ والی روایات محفوظ ہیں اور [452] والی روایات کسی دوسرے [453] کے منافی
نہیں ہیں کیونکہ [454] روایات میں صراحت نہیں ہے لہٰذا اس میں احتمال ہے۔

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ممکن ہے کہ یوم الفیل سے مراد وہ دن ہو جس میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ
ہاتھی والوں کو حرم مقدس میں فساد کرنے سے روکا اور ہاتھی لانے والوں کو ہلاک
و برباد کر دیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوم الفیل میں "یوم" سے مراد سال ہو [455]

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارے شیخ پہلے قول کی طرف مائل ہیں کہ کبھی "یوم" کہہ کر م
وقت مراد لیا جاتا ہے جیسا کہا جاتا ہے یوم فتح، یوم بدر، پس بیشک ان سے م
حقیقت میں تو دن ہی ہیں لہٰذا اس اعتبار سے "یوم الفیل" کا لفظ "عام الفیل
سے زیادہ خاص ہو گا۔

امام بن حبان رحمۃ اللہ علیہ اپنی "تاریخ" کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ عام الفیل میں اُس روز پیدا ہوئے جب اللہ تع
جل جلالہ نے ابابیل پرندوں کو ہاتھی والوں کی طرف بھیجا تھا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے لفظ "عام" و
ایک مرسل روایت ذکر کی ہے اور [456] حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ، حویطب

452۔ عام الفیل کے الفاظ۔
453۔ مثلاً یوم الفیل والی روایات۔
454۔ عام الفیل والی۔
455۔ اگر ایسا مان لیا جائے تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔
456۔ اس اصحاب فیل کے واقعہ کو۔

بد العزی اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اِن
ام حضرات کی عمریں "۱۲۰ سال" ہوئیں۔

حضرت ابراہیم بن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یہ مسلمہ بات ہے جس میں ہمارے کسی بڑے عالم نے شک نہیں کیا[457]

ر امام ابن قتیبہ اور قاضی عیاض نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

امام ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

سنن وآثار کی روشنی میں علمائے کرام نے اسی بات پر اتفاق ظاہر کیا ہے۔

اور گویا انہیں[458] پیش نظر ابن قیم نے بھی اپنا اتفاق لکھا ہے لیکن اس
رے میں اختلاف بھی ثابت ہے اور کئی اختلافی اقوال بھی موجود ہیں، ایک قول
کے مطابق اصحاب فیل کے واقع کے ۴۰ سال بعد ولادت ہوئی، یہ امام ابوزکریا
علائی کا قول ہے، جسے امام ابن عساکر نے "الترجمة النبويه" کی ابتداء میں ذکر
یا ہے[459] ۳۰ سال بعد ہوئی، اسے امام موسیٰ بن عقبہ نے حضرت امام زُہری سے
قل کیا ہے[460] ۲۳ سال بعد ہوئی، اسے امام ابن عساکر نے شعیب بن شعیب
سے نقل کیا ہے،[461] ۱۵ سال بعد ہوئی، اسے امام ابن الکلبی نے اپنے والد سے
نہوں نے ابو صالح اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے

457۔ کہ آپ ﷺ کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی۔
458۔ اقوال کے۔
459۔ دوسرے قول کے مطابق۔
460۔ تیسرے قول کے مطابق۔
461۔ چوتھے قول کے مطابق۔

لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قابل اعتماد قول اس سے قبل گزر چکا ہے،[462] ایک مہینہ بعد ہوئی، اسے امام ابن عبد البر نے نقل کیا ہے،[463] ۱۰ دن بعد ہوئی اسے امام ابن عساکر نے بطریق عبد الرحمن ابن ابزی نقل کیا ہے،[464] ۳۰ دن بعد ہوئی،[465] ۴۰ دن بعد ہوئی۔

ایک تاریخی روایت کی حقیقت

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

یہ بات جو زبان زد عام ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا تو اس قول کی کوئی اصل موجود نہیں ہے بعض تاریخی شواہد سے بے خبر افراد نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ علمائے کرام کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں کسریٰ نوشیرواں عادل کے زمانے میں ہوئی۔

میں کہتا ہوں کہ امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ بات جھوٹ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الایمان" میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ ابو عبد اللہ اس بات کے باطل ہونے پر نہایت کلام فرماتے تھے جو بعض جہلا

462۔ پانچویں قول کے مطابق۔

463۔ چھٹے قول کے مطابق۔

464۔ ساتویں قول کے مطابق۔

465۔ آٹھویں قول کے مطابق۔

ﺮ رکھی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں عادل بادشاہ کے زمانے میں یدا ہوا ہوں یعنی نوشیرواں کے زمانے میں۔

منقول ہے کہ بعض صالحین نے حضور نبی کریم ﷺ کی خواب میں یارت کی تو حافظ ابو عبداللہ کے کلام کرنے کے بارے میں عرض کی تو حضور لی ﷺ نے اِس من گھڑت حدیث کی تکذیب و ابطال کرنے میں انہیں سچا قرار یا اور ارشاد فرمایا: میں نے ایسی بات کبھی نہیں کہی۔

مدفن مبارک کے بارے میں ایک وضاحت

پس اگر کہا جائے کہ ہر شخص کے خمیر کی مٹی اُس کے مدفن کی جگہ سے ا جاتی ہے تو اِس اعتبار سے حضور نبی کریم ﷺ کے مدفن کو مکہ مکرمہ میں ہونا ا ہیے تھا کیونکہ آپ ﷺ[466] کے لیے مٹی مکہ مکرمہ سے لی گئی تھی[467] تو صاحبِ عوارف[468] انہوں نے جواب ارشاد فرمایا:

پانی نے[469] جب جوش مارا تو جوہر نبی علیہ السلام[470] کو مدینہ منورہ میں تربت قدس کی جگہ تک پہنچا دیا لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ مکی، مدنی ہیں کیونکہ ان کی یدائش مکہ مکرمہ میں اور تربت اقدس مدینہ منورہ میں ہے۔

466۔ کے ظاہری پیکر مبارک۔

467۔ بعض روایات میں جنت سے مٹی لینا بھی منقول ہے۔

468۔ اللہ تعالیٰ اِن کے فیوضات ہم پر نازل کرے اور ان کی عنایات سے ہمیں مستفید کرے۔

469۔ طوفان نوح کے موقع پر۔

470۔ یہاں ظاہری جوہر یعنی مٹی کی بات ہے ورنہ اصلی جوہر نور علیٰ نور بلکہ نورِ ربانی ہے۔

ولادت باسعادت کا مہینہ

پھر حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کے مہینے میں بھی اختلاف ہے:
مشہور قول یہ ہے کہ ولادت باسعادت "ربیع الاول" کے مہینے میں
اور یہی جمہور علمائے کرام کا قول ہے، امام ابن جوزی نے اسی قول پر اتفاق نق
ہے لیکن اتفاق کی بات محل نظر ہے۔
لہٰذا بعض علمائے کرام نے کہا "صفر" میں ہوئی، بعض نے "ربیع الا
بعض نے "رجب" کہا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے، جبکہ بعض نے تو "رم
المبارک" بیان کیا ہے جو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک ایسی روایت سے
ہے جس کی سند صحیح نہیں ہے اور یہ روایت اُس قول کے موافق ہے جس میں
کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ "ایام تشریق" میں حاملہ ہوئیں، بعض افراد
نہایت عجیب بات کہہ دی کہ آپ ﷺ کی ولادت "عاشوراء" کے دن ہوئی۔

تاریخ ولادت مصطفیٰ ﷺ

اسی طرح مہینے کے کس دن ہوئی اِس بارے میں بھی اختلاف ہے۔
کہا گیا حضور نبی کریم ﷺ "ربیع الاول" میں "پیر" کے دن
ہوئے البتہ خاص وہ دن کونسا تھا[472] اِس بارے میں معلوم نہیں لیکن جمہور ع
کرام فرماتے ہیں کہ وہ دن بھی معلوم و معین ہے، لہٰذا بعض نے کہا "ربیع الا
کی ۲ تاریخ تھی، بعض نے کہا ۸ تاریخ تھی، شیخ قطب الدین قسطلانی نے

471۔ المواہب اللدنیہ: ج:۱: ص:۱۴۰۔
472۔ ۱۶، ۱۲، ۱۱، وغیرہ۔

اسی قول کو ائمہ حدیث نے اختیار کیا اور یہ قول حضرت ابن عباس اور جبیر بن مطعم سے مروی ہے اور اکثر ایسے افراد جنھیں کچھ تاریخی معرفت حاصل ہے، ان کا بھی یہی قول ہے، اِسی کو امام حمیدی اور اُن کے شیخ ابن حزم نے اختیار کیا ہے جبکہ شیخ قضاعی نے "عیون المعارف" میں لکھا ہے کہ اہل ہیئت کا اسی پر اجماع ہے، بعض نے کہا ۱۰ تاریخ تھی۔[473]

بعض نے کہا "۱۲" تاریخ تھی اور بارہویں تاریخ پر اہل مکہ مکرمہ کا اتفاق ہے کیونکہ وہ اسی تاریخ کو جائے ولادت کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں، بعض نے کہا ۱۷ تاریخ تھی، بعض نے کہا ۲۲ تاریخ تھی، جبکہ مشہور قول یہی ہے کہ "۱۲ ربیع الاول پیر" کا دن تھا اور یہ امام ابن اسحاق و دیگر علمائے کرام کا قول ہے۔[474]

یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ

اسی طرح یوم پیدائش کے بارے میں بھی اختلاف ہے جبکہ مشہور پیر کا دن ہے حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ وَاُنْزِلَتْ عَلَيَّ فِيْهِ النُّبُوَّةُ.[475]

ترجمہ: اسی دن میری پیدائش ہوئی اور اسی دن مجھے نبوت سے نوازا گیا۔

473۔ المواہب اللدنیہ: ج:۱: ص:۱۴۱ / ۱۴۲۔

474۔ المواہب اللدنیۃ: ج:۱: ص:۱۴۲۔

475۔ صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر: ص: ۵۲۰: رقم: ۱۱۶۲: مسند احمد: ج: ۳۷: ص: ۲۴۴: رقم: ۲۲۵۵۰: سنن الکبریٰ للنسائی: ج: ۳: ص: ۲۱۴: رقم: ۲۷۹۰: مواہب اللدنیۃ: ۱: ص: ۱۴۳۔

اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے اور آپ ﷺ کے اس فرمان میں دلیل ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ دن کے وقت پیدا ہوئے۔

"مسند" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا:

وُلِدَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَاسْتُنْبِئَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَرَجَ مُهَاجِرًا مِنْ مَّكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَدَخَلَ [قَدِمَ] الْمَدِيْنَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ [وَتُوُفِّيَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ] وَرَفَعَ الْحَجَرَ [الْاَسْوَدَ] يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ۔

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے، پیر کے دن ہی نبوت سے نوازے گئے اور پیر کے دن ہی مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ گئے اور پیر کے دن ہی مدینہ منورہ میں داخل ہوئے [پیر ہی کے دن وصال فرمایا] اور پیر کے دن ہی حجر [اسود] کو نصب کیا۔[476]

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اسی طرح فتح مکہ اور سورۂ مائدہ کا نزول بھی پیر ہی کے دن ہوا یعنی سورۃ مائدہ کی اس آیت کا نزول ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا.[477] ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔﴾ اور یہ سب سے آخری نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔[478]

476۔ مسند احمد: ج:۴: ص:۳۰۴: رقم: ۲۵۰۶: معجم الکبیر: ج: ۱۲: ص: ۲۳۷: رقم: ۱۲۹۸۴: دلائل النبوۃ للبیہقی: ج: ۷: ص: ۲۳۳: مواہب اللدنیہ: ۱: ص: ۱۴۳: البدایہ لابن کثیر: ۳: ص: ۳۷۴۔

477۔ المائدہ: ۳۔

478۔ مواہب اللدنیۃ: ۱: ص: ۱۴۳۔

امام ابن ابی شیبہ نے اور امام ابو نعیم نے "دلائل" میں روایت کیا ہے:
حضور نبی کریم ﷺ طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے جبکہ بعض نے کہا کہ رات کے وقت پیدا ہوئے۔

شب میلاد مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:
صحیح ترین قول یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ دن کے وقت پیدا ہوئے۔
میں کہتا ہوں کہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت عجیب بات کہی، انہوں نے فرمایا کہ میلاد النبی ﷺ کی رات کو "لیلۃ القدر" کی رات سے تین وجوہات کی بنا پر افضلیت حاصل ہے اور انہوں نے اپنے کلام کو اس انداز میں پیش کیا جو علی الاطلاق افضلیت کا فائدہ نہیں دے رہا ہے جبکہ اس [479] میں افضلیت تو عبادت کی وجہ سے ہے اور اس کی افضلیت پر بطریق اعلیٰ نص قرآنی شاہد ہے ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝﴾ [480] ترجمہ: شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر۔﴾
جبکہ ایسی کوئی فضیلت قرآن و حدیث اور ائمہ اسلام کے اقوال سے میلاد النبی ﷺ کی شب کے لیے معروف نہیں ہے۔ [481]

479۔ لیلۃ القدر۔
480۔ القدر:۳۔
481۔ وہ شب میلاد جس میں حضور نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تھے جو کہ گذر چکی تو وہ شب بلاشبہ ہزارہا "لیلۃ القدر" سے افضل ہے کیونکہ شب قدر تو اُسی رات کی برکات کا صدقہ ہے، لیکن اب جو شب میلاد النبی ﷺ ہر سال آتی ہے بہر حال اسے وہ فضیلت حاصل نہیں ہے [یعنی لیلۃ القدر سے افضلیت، باقی دیگر برکات الگ ہیں، اس پر کوئی اعتراض نہیں] تعلیق علی المورد الروی: للشیخ محمد بن علوی المالکی۔

اور امام ابن دِحیہ نے میلاد النبی ﷺ کی شب ستاروں کے گرنے کی روایت کو یہ کہہ کر ضعیف قرار دیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت تو دن میں ہوئی تو امام ابن دِحیہ کا اسے اِس بناپر ضعیف قرار دینا ہر گز صحیح نہیں کیونکہ ستاروں کا گرنا خرق عادت تھا، اس سے دن ورات ہونے کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا اگرچہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت تو طلوع فجر کے وقت ہوئی تھی اور اس وقت تک ستارے رات کی طرح ہی جگمگاتے رہتے ہیں، یا پھر کہا جاسکتا ہے کہ شب میلاد النبی ﷺ ستاروں کا گرنا، اس بات کا اشارہ تھا کہ آپ ﷺ بارگاہ عالی کے نہایت قریب ونزدیک ہیں اور جو شئ کے قریب ہو اس کا حکم اسے دے دیا جاتا ہے۔

شکم مادرِ مقدس میں جلوہ فرمائی

پھر حضور نبی کریم ﷺ کتنے عرصے تک شکم مادر میں جلوہ گر رہے، اِس میں اختلاف ہے۔

کہا گیا ۹ مہینے[482]، یا ۱۰ مہینے، یا ۸ مہینے، یا ۷ مہینے، یا ۶ مہینے، جلوہ فرمارہے۔

جائے ولادتِ مصطفیٰ ﷺ

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آپ ﷺ کی ولادت اس گھر میں ہوئی جو حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کا تھا جبکہ بعض نے شعب[483]، بعض نے رَدْم[484] اور بعض نے عُسْفَان[485] بھی

482۔ اور یہی درست ہے۔
483۔ ابی طالب۔
484۔ مکہ کے قریب بنی قراد کی وادی۔
485۔ مَکۃ اور جُحْفَۃ کے درمیان ایک جگہ۔

کہا ہے، ہمارے شیخ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، صحیح و صواب قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ہوئی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت گاہ آج تک معروف ہے۔

علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت محرم، رجب اور رمضان میں نہیں ہوئی تاکہ گمان کرنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو [486] سے معزز مکرم گمان نہ کریں کیونکہ زمان و مکان تو خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے مشرف ہوئے ہیں۔

دُرِّ یتیم کی خدمت اور نصیب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت کہا جانے لگا کہ کون ہے جو اِس دُرِّ یتیم کی کفالت کرے گا جس کی مثل کوئی انمول سے انمول نہیں تو پرندوں نے عرض کی ہم کریں گے اور اِس خدمت کو عظیم سعادت جانیں گے، وحشی جانوروں نے کہا ہم کریں گے اور ہم اِس شرف و خدمت کے زیادہ حق دار ہیں۔

پس زبانِ قدرت نے پکارا، اے تمام مخلوقات! بیشک اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ازل سے ہی لکھ دیا تھا کہ اس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی [487] رضاعت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کریں گی۔

486۔ ان مقدس مہینوں کی وجہ۔
487۔ خدمت و۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی مکہ مکرمہ میں آمد

امام ابن اسحاق، ابن راہویہ، ابو یعلی، طبرانی، بیہقی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

میں قحط سالی کے زمانے میں بنی سعد بن بکر کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئی تا کہ کوئی بچہ دودھ پلانے کے لیے مل جائے، جب میں گھر سے چلی تو میرے ساتھ میرا بچہ اور ایک نہایت کمزور اونٹنی بھی تھی واللہ! اُس میں سے ایک قطرہ دودھ بھی نہیں نکلتا تھا، میں اپنے بچے کے ساتھ پوری رات سو نہ سکی اور نہ ہی میری چھاتی میں اتنا دودھ تھا جو اس بچے کو کفالت کرتا اور نہ ہی اُونٹنی کے تھنوں میں اتنا دودھ تھا جو اُس بچے کی غذا بن سکتا۔

بہر حال ہم مکہ مکرمہ پہنچے پس اللہ کی قسم! میرے ساتھ جتنی بھی عورتیں تھیں، اُن سب کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش ہوئے لیکن جب انہیں بتایا جاتا کہ وہ یتیم ہیں تو وہ عورتیں انہیں لینے سے انکار کر دیتیں واللہ! میرے ساتھ والی تمام ہی عورتوں نے اپنے دُودھ پلانے کے لیے کسی نہ کسی بچہ کو لے لیا لیکن مجھے اُن کے علاوہ کوئی دوسرا بچہ نہ مل سکا، لٰہذا میں نے اپنے شوہر سے کہا میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ خالی ہاتھ لوٹنے کو اچھا نہیں سمجھتی، پس تم میرے ساتھ چلو تا کہ اس یتیم بچے کو ہی لے چلتے ہیں، جب میں کاشانہ اقدس پر حاضر ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفید اُونی کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہیں جو دُودھ کے طرح سفید تھا اور اُن کے دہن اقدس سے مشک کی خوشبو پھیل رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے سبز ریشمی کپڑا بچھا ہوا تھا جس پر پیٹھ کے بل آرام فرما رہے

تھے اور ہلکی ہلکی آواز میں خراٹے لے رہے تھے، اُن کے حسین و جمیل پیکر[488] کو دیکھ کر مجھے اچھا نہیں لگا کہ انہیں بیدار کروں لہٰذا میں نے قریب ہو کر ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا تو آپ ﷺ مسکراتے ہوئے اٹھ گئے اور آنکھیں کھول کر مجھے دیکھنے لگے اُن کی آنکھوں سے ایسا نور نکلا جو آسمان کی گہرائیوں میں جاکر گم ہو گیا یہ منظر دیکھتی رہ گئی پھر میں نے اُن کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی داھنی پستان اُن کے سامنے پیش کر دی تو جتنا آپ ﷺ نے چاہا دودھ پیا[489] پھر میں نے اپنی بائیں پستان پیش کی تو آپ ﷺ نے اس سے اِعراض کیا اور بعد میں بھی ہمیشہ اِس سے اِعراض ہی کرتے رہے۔

اہل علم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ اس میں آپ ﷺ کا ایک اور بھی شریک ہے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ ﷺ کو عدل کرنے کا الہام فرمایا۔[490]

پس حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

پی کر[491] آپ ﷺ اور آپ کے[492] بھائی سیر ہو گئے، میں نے آپ ﷺ کو اٹھایا اور اپنی سواری کے پاس آئی اور میرے شوہر نے اُونٹنی کو کھڑا کیا تو دیکھا کہ وہ دُودھ سے لبریز ہے، میرے شوہر نے اُس کا دودھ نکالا اور میں اور میرا شوہر

488۔ نور۔

489۔ یہ دودھ حضور نبی کریم ﷺ کی برکت سے اتر آیا تھا۔

490۔ عیون الاثر: ج: ۱: ص: ۹۴: الروض الانف: ج: ۲: ص: ۱۶۶۔

491۔ دودھ۔

492۔ رضائی۔

اِسے پی کر سیر اب ہو گئے، باقی بچ جانے والے دُودھ کو رات کے لیے رکھ دیا، میرے شوہر نے مجھ سے کہا، اے حلیمہ! اللہ کی قسم! میں دیکھتا ہوں کہ تو نے بڑا ہی بابرکت بچہ لیا ہے، کیا تم نہیں دیکھتیں جب سے ہم نے اسے لیا ہے کس طرح ہماری راتیں خیر وبرکت سے گزر رہی ہیں تو[493] اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس[494] میں اضافہ ہی کرتا رہا۔[495]

سلطانِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

پھر لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا اور میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سے رخصت حاصل کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گود میں لے لیا تو میری سواری خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئی اور اِس نے اُسے تین مرتبہ سجدہ کیا اور اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کیا پھر وہ اُونٹنی چلی تو میرے ساتھ والی دیگر اونٹنیوں سے بھی آگے نکل گئی، لوگ مجھ پر تعجب کرنے لگے تو جو عورتیں مجھ سے پیچھے رہ گئیں وہ پکاریں، اے ابوذویب کی بیٹی! کیا یہ وہی سواری ہے جس پر تو پہلے سوار ہو کر ہمارے ساتھ آئی تھی، جو کبھی تجھے نیچے پٹخ دیتی تھی اور کبھی اٹھا کر چلتی تھی تو میں نے اُن عورتوں سے کہا، اللہ کی قسم! یہ وہی سواری ہے پس وہ اِس پر تعجب کرتے ہوئے بولیں، آج تو اِس کے نرالے انداز ہیں۔[496]

493۔ اس کے بعد بھی۔

494۔ خیر وبرکت۔

495۔ عیون الاثر: ج: ۱: ص: ۹۵: الروض الانف: ج: ۲: ص: ۱۴۶۔

496۔ الروض الانف: ج: ۲: ص: ۱۴۷۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے سنا میری اونٹنی بول رہی تھی، بیشک میری عجب شان ہے، بڑی شان ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مجھے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور ناتوانی کے بعد مجھے طاقت و قوت بخشی، اے بنی سعد کی عورتوں! تم پر افسوس ہے، بیشک تم غفلت میں ہو میری پشت پر خیر الانبیاء ﷺ ہیں جو کہ سیّد المرسلین افضل الاولین والاخرین، اور محبوب ربّ العالمین ﷺ ہیں۔

سوئی قسمت جاگ اُٹھی

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں مزید ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پھر ہم بنی سعد میں اپنے گھروں میں پہنچ گئے اور اس وقت تک زمین خدا میں ہمارا علاقہ سب سے زیادہ قحط زدہ تھا لیکن میری بکریاں جب چر کر لوٹتیں تو دودھ سے بھری ہوتیں اور ہم اِن کا دودھ دوہتے اور پی کر سیراب ہو جاتے جبکہ دیگر گھروں کی بکریوں میں کسی کے گھر دودھ نہیں دوھا جاتا تھا اور نہ ہی وہ اپنی بکریوں کے تھنوں میں اتنا دودھ پاتے تھے حتی کہ لوگ ہماری بکریاں چرانے والے چرواہے سے آکر کہتے تھے کہ اُن کی بکریاں بھی وہیں چرایا کرو جہاں ابو ذوئیب کی بکریاں چراتے ہو لیکن اُن کی بکریاں پھر بھی اس حال میں واپس آتیں کہ اُن کے تھنوں میں ایک قطرہ دودھ تک نہ ہوتا البتہ میری بکریاں سر شام دودھ سے لبریز آتیں، اِس خدا داد برکت کی وجہ سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے مویشیوں میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا رہا اور خود حضرت حلیمہ

سعدیہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے دُوبالا ہو گئی اور اسی طرح خیر و برکت کی بارشیں ہوتی رہیں۔[497]

لَقَدْ بَلَغَتْ بِالْهَاشِمِيِّ حَلِيْمَةٌ مَقَامًا عُلًا فِيْ ذَرْوَةِ الْعِزِّ وَ الْمَجْدِ

وَزَادَتْ مَوَاشِيْهَا وَاَخْصَبَ رِبْعُهَا وَقَدْ عَمَّ هٰذَا السَّعْدُ كُلَّ بَنِيْ سَعْدِ

ترجمہ: حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اس[498] ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے عزت و عظمت کی بلندیوں پر فائز ہو گئیں، اُن کے مویشی بڑھتے گئے اور ان زمین سرسبز ہوتی گئی اور یہ نعمتیں بنی سعد کے لیے بھی عام ہو گئیں۔

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن معلی ازدی کی ''کتاب الترقیص'' میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے وہ اشعار بھی مذکور ہیں، جنہیں وہ لوری دیتے وقت گنگنایا کرتی تھیں:

يَا رَبِّ اِذَا اَعْطِيْتَهُ فَأَبْقِهِ وَاَعْلِهِ اِلَى الْعُلَا وَأَرْقِهِ

وَاَدْحِضْ أَبَاطِيْلَ الْعِدَا بِحَقِّهِ وَزِدْتُ أَنَا بِحَقِّهِ بِحَقِّهٖ بِحَقِّهٖ

ترجمہ: اے ربّ! جب تو نے مجھے یہ بچہ عطا کر دیا ہے تو اسے سلامتی اور بزرگی و کرامت کی بلندیاں عطا فرما اور دشمنوں کے باطل عزائم کو اِس کی برکت سے خاک میں ملا دے اور مجھے اِس کے توسل سے، اِس کے توسل سے، اِس کے توسل سے مزید نعمتیں عطا فرما۔

497۔ البدایۃ لابن کثیر: ۳: ص: ۴۱۰: الروض الانف: ج: ۲: ص: ۱۴۸۔

498۔ نبی مکرم۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نیز خطیب اور ابن عساکر نے اپنی "تاریخ" میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

انہوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخلہ کی دعوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اُن نشانیوں سے ملی جو میں نے دیکھیں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھولے میں چاند سے سرگوشی کرتے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف انگلی اٹھاتے، وہ اسی طرف جھک جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اس سے باتیں کرتا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے روکتا تھا[499] اور میں اس کے عرش کے نیچے سجدہ کرنے کی آواز سنا کرتا تھا۔[500]

فتح الباری میں "سیرت واقدی" سے منقول ہے:

یہ کیفیت پیدائش کے بعد ابتدائی زمانے کی ہے۔[501]

امام ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "خصائص" میں لکھا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھولا فرشتے ہلایا کرتے تھے۔[502]

499۔ یعنی میرے ساتھ باتیں کرتا رہتا میرا کھلونا بن جاتا اور مجھے رونے کی طرف مائل نہیں ہونے دیتا تھا۔

500۔ البدایۃ لابن کثیر: ۳/۳۹۰۔

501۔ المواہب اللدنیۃ: ج:۱: ص:۱۵۵۔

502۔ المواہب اللدنیۃ: ج:۱: ص:۱۵۵۔

امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ نے جب میرا دودھ پینا چھوڑا تو سب سے پہلا کلام یہ فرمایا:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔

پھر جب آپ ﷺ کچھ بڑے ہوئے تو بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے لیکن آپ ﷺ کھیلنے سے اجتناب فرماتے۔[503]

بادل خدمت رسول ﷺ میں سایہ فگن

امام بن سعد، امام ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کو دور نہیں جانے دیتی تھیں لیکن ایک مرتبہ وہ ذرا مشغول ہوئیں تو آپ ﷺ اپنی[504] بہن حضرت شیما کے ہمراہ بکری کے بچوں کی طرف چلے گئے پس حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا انہیں تلاش کرنے لگیں حتی کہ انہیں اپنی بہن کے ساتھ پایا تو[505] ایسی گرمی میں[506]؟ تو اُن کی بہن عرض کرنے لگیں، اے میری ماں! میرے بھائی کو گرمی نہیں لگی کیونکہ میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا، جو برابر اِن پر سایہ کناں رہا، جب یہ ٹھہرتے تو وہ بھی

503۔ المواھب اللدنیۃ: ج:۱: ص:۱۵۵۔
504۔ رضائی۔
505۔ غصے میں کہنے لگیں۔
506۔ تم انہیں باہر لائی ہو۔

ٹھہر جاتا اور جب یہ چلتے تو وہ بھی چلنے لگتا، اسی طرح کرتے کرتے ہم یہاں تک آئے ہیں۔[507]

سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے پاس واپسی

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

جب میں نے انہیں دودھ چھڑایا تو انہیں لے کر اِن کی والدہ ماجدہ کے پاس حاضر ہوئی لیکن ہم انہیں اپنے پاس رکھنے کے لیے زیادہ بے تاب تھے کیونکہ ہم نے اِن کی برکات کو دیکھ لیا تھا، تو ہم نے اِن کی والدہ سے درخواست کی اگر آپ انہیں کچھ عرصے کے لیے مزید ہمارے پاس ہی رہنے دیں تاکہ یہ کچھ مزید صحت مند و توانا ہو جائیں اور پھر ہمیں اِن پر مکہ مکرمہ میں پھیلی ہوئی وباء کا بھی خوف لاحق ہے تو ہم برابر اصرار کرتے رہے حتی کہ وہ رضامند ہو گئیں اور انہیں ہمارے ساتھ واپس لوٹا دیا۔[508]

پس اللہ کی قسم! ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس لائے دو یا تین مہینے ہی ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رضائی بھائی گھر کے عقب سے بھاگتا ہوا، سہما ہوا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا، میرے قریشی بھائی کے پاس دو سفید لباس والے شخص آئے اور انہوں نے اسے پکڑ کر لٹایا اور اس کے پیٹ کو چاک کر دیا ہے پس میں اور اِس کے والد اُس طرف دوڑتے ہوئے گئے تو ہم نے انہیں کھڑے ہوئے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ کچھ متغیر تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے [509] والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

507۔ عیون الاثر لابن سید الناس:ج: ۱: ص: ۹۶۔
508۔ الروض الانف:ج:۲: ص:۱۴۷۔
509۔ رضائی۔

سینے سے لگالیا اور پوچھنے لگے اے میرے بیٹے! کیا ماجرا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میرے پاس دو سفید لباس والے افراد آئے اور انہوں نے مجھے لٹایا اور میرے پیٹ کو چاک کیا پھر اس میں سے کچھ شئی نکالی اور پھینک دی اور میرے پیٹ کو ایسے ہی کر دیا جیسا کہ پہلے تھا پھر ہم اُن کو لے کر گھر لوٹ آئے۔

تو ان کے[510] والد کہنے لگے اے حلیمہ! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میرے بیٹے کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے، لہٰذا تم میرے ساتھ چلو ہم انہیں کسی مصیبت کے ظاہر ہونے سے قبل ہی اِن کے گھر والوں تک پہنچادیتے ہیں، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ہم انہیں اپنے ساتھ لیے ان کی والدہ ماجدہ کے پاس آئے تو وہ فرمانے لگیں، تم لوگ تو انہیں لے جانے کے لیے بڑے بے تاب و مشتاق تھے، اب کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کی ہمیں اِن کے بارے میں ضائع ہو جانے، یا تکلیف پہنچ جانے کا اندیشہ ہے تو وہ فرمانے لگیں، سچ بتاؤ کیا معاملہ ہے ہم نے ساری کہانی اُن کے گوش گذار کر دی تو وہ سن کر فرمانے لگیں، کیا تمہیں اِن پر شیطان کی اثر اندازی کا خوف ہے؟ اللہ کی قسم! شیطان کو اِن پر کوئی راہ نہیں اور بیشک میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہو گی تو تم انہیں میرے پاس ہی رہنے دو۔[511]

شق صدر کا واقعہ دوسری مرتبہ اس وقت پیش آیا، جب حضرت جبریل علیہ السلام غار حرا میں وحی لے کر حاضر ہوئے اور[512] معراج کی رات[513]۔

510۔ رضاعی۔

511۔ البدایۃ لابن کثیر: ۳: ص: ۴۱۱: الروض الانف: ج: ۲: ص: ۱۴۸۔

512۔ تیسری مرتبہ۔

513۔ اس بارے میں مزید اقوال بھی ہیں جو کتب سیرت میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال پُر ملال

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 4 سال ہوئی، بعض نے کہا 5 سال، بعض نے کہا 6، بعض نے 7، بعض نے 9 اور بعض نے 12 سال ایک مہینہ دس دن بیان کی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ[514] نے مقام "ابواء" میں انتقال فرمایا، یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جبکہ بعض دیگر نے "حجون" میں شعب ابی طالب میں انتقال لکھا ہے اور "قاموس" میں مذکور ہے کہ مکہ مکرمہ میں "دار النابغہ" میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا مدفن ہے۔

امام ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور زُہری و عاصم بن عمرو بن قتادہ رضی اللہ عنہم کے طریق سے روایت کیا ہے اور یہ جملہ مرویات ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم 6 سال کے ہوئے تو اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال بنی عدی بن نجار سے ملنے کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اس سفر میں حضرت اُم ایمن بھی ان کے ہمراہ تھی پس "دار النابغہ" میں ایک مہینے تک قیام فرمایا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے کی اکثر باتیں یاد کیا کرتے تھے، ایک گھر کی طرف دیکھ کر اشارہ فرمایا، میری والدہ یہاں مجھے لائیں تھیں اور میں "بنی عدی بن نجار" کے کنویں میں بہترین تیرنے والا تھا اور وہاں کی یہودی قوم مجھے آکر دیکھا کرتی تھی، حضرت اُم ایمن نے کہا میں نے اِن میں سے ایک کو کہتے

514۔ حضرت سیدتنا آمنہ۔

ہوئے سنا کہ یہ اس اُمت کا نبی ہے اور یہ[515] اس کے ہجرت کی جگہ ہے پس میں نے اُن تمام کی باتیں اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں پھر یہ اپنی والدہ کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس لوٹے، تو جب مقام "ابواء" میں پہنچے، تو اِن کی والدہ کا وصال ہو گیا۔[516]

حضرت حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس بات پر جزم و یقین کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے والدین جنتی ہیں، لیکن جمہور ان کے خلاف ہیں[517] اور میں نے اس مسئلہ کی تفصیل میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے[518]۔

آپ ﷺ کی والدہ کے وصال کے بعد حضرت اُمِ ایمن حضور نبی کریم ﷺ کی دایہ و خدمت گار مقرر ہوئیں، حضور نبی کریم ﷺ انہیں فرماتے تھے: أَنْتِ أُمِّيْ بَعْدَ أُمِّيْ[519] ترجمہ: "آپ میری والدہ کے بعد ان کی جگہ ہیں"۔

515۔ مدینہ منورہ۔

516۔ طبقات ابن سعد: ج:۱ص: ۹۵۔

517۔ معذرت کے ساتھ جمہور اِس مسئلہ میں امام سیوطی کے نہیں بلکہ خود ملا علی قاری کے اس مؤقف کے خلاف ہیں، البتہ یہ بات واضح رہے کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اِس مؤقف سے رجوع کر لیا تھا اور ایمان والدین کریمین کے قائل ہو گئے تھے تفصیل ما قبل گزر چکی۔

518۔ جو بفضل اللہ آج تک اکثر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے حتی کہ بہت سے علمائے کرام بھی کتاب کے مطبوعہ ہونے کے باوجود ابھی تک اسے نہیں دیکھ پائے اور اللہ تعالیٰ اسے گوشہ گمنامی میں ہی رکھے کہ وہ اسی قابل ہے اور حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے درگزر فرمائے۔

519۔ مواہب اللدنیہ: المقصد الاول: ج: ۱: ص: ۹۷: دار الکتب العلمیۃ۔

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا وصال

جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک 8 سال، بعض نے کہا، 9 سال، بعض نے کہا 10 سال، بعض نے کہا، 6 سال کی ہوئی، تو آپ ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کی کفالت کرتے تھے، اُن کا بھی وصال ہو گیا اور ان کی عمر 110 سال تھی اور بعض نے بیان کیا 140 سال تھی، تو اُن کے وصال کے بعد حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کی کفالت کی ذمہ داری سنبھال لی اور ان کا نام "عبد مناف" تھا۔

ملک شام کا سفر

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے انہیں آپ ﷺ کی کفالت کرنے کی وصیت کی تھی کیونکہ آپ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے پس جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک 12 سال کی ہوئی تو اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کے سفر پر تشریف لے گئے حتیٰ کہ جب بصریٰ کے مقام پر پہنچے تو بحیرہ راہب نے انہیں دیکھا، اس کا نام "جرجیس" تھا تو اس نے آپ ﷺ کی صفات سے آپ ﷺ کو پہچان لیا تو حضور نبی کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا، یہ کائنات کے سردار ہیں، یہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مبعوث فرمایا ہے تو اس سے دریافت کیا گیا کہ بھلا تمہیں کیسے پتا چلا تو وہ کہنے لگا جب تم لوگ اُس گھاٹی سے اِس طرف آ رہے تھے تو کوئی درخت و پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ ریز نہ ہوا ہو اور یہ[520] صرف نبی کو ہی سجدہ کیا کرتے ہیں اور میں نے انہیں مہر نبوت

520۔ درخت و پتھر۔

سے بھی پہچان لیا ہے جو سیب کی طرح اِن کے شانوں کے درمیان ہے، پس بیشک ہم اِن کا تذکرہ اپنی آسمانی کتابوں میں بھی پاتے ہیں، اِس نے ابو طالب سے کہا، انہیں واپس لے جائیں کیونکہ وہ [521] یہودیوں سے خوف زدہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ جب وہاں تشریف لے گئے تو ایک بادل کا ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ کناں تھا۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس قائل کو جزائے خیر دے:

اِنَّ قَالُوْا [قَالَ] یَوْمًا ظَلَّلَتْهُ غَمَامَةٌ ۔۔۔ هِيَ فِي الْحَقِيْقَةِ تَحْتَ الظِّلِّ الْقَائِلِ

ترجمہ: کہنے والے نے کہا، بادل اُن پر سایہ کناں تھا لیکن دراصل وہ بادل خود اُن کے زیر سایہ تھا۔ [522] [523]

امام بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے اور اِن کی عمر اس وقت ۱۸ سال تھی جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک اُس وقت بیس سال تھی اور یہ حضرات شام میں تجارت کے لیے جا رہے تھے تو

521۔ راہب ان کے بارے میں۔

522۔ دوسرا ترجمہ یوں ہے: اگر کبھی مصطفیٰ کریم ﷺ دن میں آرام فرما ہوتے تو بادل اُن پر سایہ کناں ہو جاتا اور درحقیقت یہ بادل خود اُس آرام فرمانے والے کے زیرِ سایہ تھا۔

523۔ متن میں "قالوا" لکھا ہوا ہے جبکہ مواہب لدنیہ میں "قال" ہے، وہاں حاشیہ میں اِس سے قیلولہ مراد لیا ہے تو اگرچہ یہ استعمال شاذ ہے لیکن معنوی لحاظ سے یہ ہی درست معلوم ہوتا ہے لہٰذا ہم نے دونوں صورتوں کا ترجمہ کر دیا ہے۔ ابو محمد غفرلہ۔

اثنائے سفر ایک بیری کے درخت کے قریب اُترے اور اِس کے سائے میں بیٹھ گئے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیرہ راہب کے پاس چلے گئے تاکہ اس سے کچھ معلومات حاصل کریں، تو اُس راہب نے اِن سے پوچھا، وہ شخص جو اُس درخت کے سائے میں بیٹھا ہے، کون ہے؟ انہوں نے فرمایا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، تو راہب نے کہا اللہ کی قسم! یہ نبی ہے کیونکہ اُس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف محمد ﷺ کو ہی بیٹھنا تھا، یہ بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں جاگزیں ہو گئی لہٰذا جب حضور نبی کریم ﷺ کو اعلان نبوت کا حکم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اِن کی پیروی اختیار کر لی۔[524]

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں لکھا ہے:

اگر یہ واقعہ درست ہے تو یہ حضرت ابو طالب کے سفر کے علاوہ کوئی دوسرا سفر تھا[525] کہ حضور نبی کریم ﷺ سفر کے لیے نکلے تو آپ ﷺ کے ہمراہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد کا غلام میسرہ بھی تھا آپ ﷺ[526] کا مال تجارت لے کر گئے جب بصریٰ کے بازار میں پہنچے اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر ۲۵ سال تھی، پس ایک درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے تو نسطور راہب نے کہا، اِس درخت کے سائے میں نبی کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں بیٹھا، جبکہ ایک روایت میں ہے، اُس نے کہا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہیں بیٹھا۔

524۔ المواہب اللدنیہ: ج:۱: ص:۱۸۹۔

525۔ جو شام کے لیے فرمایا، تیسرا سفر وہ ہے۔

526۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

میسرہ غلام نے راستے بھر دیکھا کہ دو فرشتے سورج کی گرمی سے بچانے کے لیے آپ ﷺ پر سایہ کناں تھے پس جب آپ ﷺ دو پہر ڈھلے مکہ مکرمہ لوٹے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس وقت اپنے گھر کے بالا خانہ پر تھیں تو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اُونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتوں نے آپ ﷺ پر سایہ کیا ہوا ہے۔ اسے امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔[527]

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی

اس واقعے کے دو مہینے اور پچیس دن بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور یہ اس زمانے میں "طاہرہ" کے لقب سے یاد کی جاتیں تھیں، یہ پہلے ابو ہالہ بن زرارہ کے عقد میں تھیں اور اُن سے ہند وہالہ نامی لڑکے پیدا ہوئے پھر آپ نے عتیق بن عائذ مخزومی سے شادی کرلی اور اُس ہندہ نامی لڑکی پیدا ہوئی، حضور نبی کریم ﷺ سے نکاح کے وقت ان کی عمر ۴۰ سال تھی اور انہوں نے خود حضور نبی کریم ﷺ سے شادی کے لیے پیغام بھیجا تھا تو آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے اِس پیغام کا تذکرہ کیا، تو حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ انہیں اپنے ساتھ لیے ہوئے خویلد بن اسد کے یہاں گئے، خطبہ نکاح پڑھا اور حضور نبی کریم ﷺ کی شادی کرادی۔

بیس 20 گائیں حق مہر مقرر ہوا، اِس تقریب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر سرداران قبیلہ مضر شریک ہوئے، پس حضرت ابو طالب نے خطبہ نکاح بایں الفاظ پڑھا:

527۔ المواہب اللدنیۃ: ج:۱: ص:۱۹۰۔

میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تعریف بیان کرتا ہوں جس نے ہمیں اولادِ ابراہیم اور پشت اسماعیل سے، مَعَدّ کے قبیلہ اور مضر کی شاخ سے کیا، ہمیں اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کا خادم بنایا، ہمیں ایسا گھر دیا، جہاں حج ہوتا ہے اور حرم دیا جو امن و سلامتی والا ہے اور ہمیں لوگوں پر سرداری عطا کی، پھر بیشک میرے اس بھتیجے محمد ﷺ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی بڑی شان ہے کوئی بھی شخص اِس کا ہم پلہ نہیں تو یہ اگرچہ مالدار نہیں لیکن مال تو ایک سایہ ہے اور زائل و ختم ہونے والی شئ ہے اور محمد ﷺ کی رشتہ داری کو تم لوگ جانتے ہی ہو، انہوں نے خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کیا ہے اور انہوں نے مرے مال سے کچھ حق مہر ادا کر دیا ہے اور کچھ مؤجل ہے، پس اللہ کی قسم! ان کے لیے خبر عظیم اور مرتبہ جلیل ہے۔

اس طرح حضور نبی کریم ﷺ کی شادی ہو گئی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر میں شرکت

جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال ہوئی تو قریش کو سیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ کی عمارت کے گرنے کا اندیشہ لاحق ہوا تو انہوں نے سعد بن عاص کے غلام "اقوم" کو کہا کہ کعبہ معظمہ کی تعمیر کر دے، حضور نبی کریم ﷺ بھی اِس تعمیر میں شریک ہو گئے اور اُن کے ساتھ مل کر پتھر وغیرہ اٹھا کر لاتے رہے، لوگ چادریں اپنے کندھوں پر ڈال کر اس میں پتھر اٹھانے لگے تو حضور نبی کریم ﷺ ایسے ہی کیا لیکن آپ ﷺ زمین پر گر پڑے[528] تو فوراً آواز آئی اپنے ستر کی حفاظت کرو اور یہ پہلی ندائے غیبی تھی تو حضرت

528۔ لَبَط بِہٖ کا معنی قاموس میں ہے، کھڑے ہوئے گر جانا۔

ابو طالب یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، اے بھتیجے! چادر کو سر پر لپیٹ لو[529] تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں ہر گز نہیں، مجھے برہنہ ہونے سے تکلیف ہوتی ہے۔[530]

اعلانِ نبوت

پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 40 سال دو مہینے ہوئی، تو پیر کے دن 17 رمضان کو، بعض نے کہا 9 رمضان کو، بعض نے کہا 29 رمضان کو، جبکہ ابن عبد البر نے کہا پیر کے دن 8 ربیع الاول کو واقعہ فیل کے 41 سال بعد اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین اور تمام مخلوقات کے لیے رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔[531]

تفسیر آیت قرآن درآمد سرورِ ذی شان صلی اللہ علیہ وسلم

امام ابن جریر اور ابن منذر و دیگر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمان باری تعالیٰ جل جلالہ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ○﴾[532] کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انہیں تم ہی میں سے نبوت و کرامت عطا کر کے عزت بخشی ہے پس تم اس پر حسد نہ کرو۔

529۔ یعنی چادر لٹک رہی تھی، تو اس میں الجھنے کی وجہ سے تم گر گئے ہو، لہٰذا پوری چادر ہی اٹھا کر سر پر رکھ لو۔

530۔ اس روایت کے شدید ضعیف ہونے پر علماء کرام نے کلام بھی کیا ہے، واللہ اعلم۔

531۔ یعنی اعلان نبوت و رسالت کا حکم دیا۔

532۔ التوبہ: ۱۲۸۔

﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾[533] یعنی آپ ﷺ ان کے گمراہوں کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے ہدایت دیے جانے کے لیے متمنی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور امام ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمان باری تعالیٰ جل جلالہ ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جو چیزیں تمہیں مشقت میں ڈالتی ہیں وہ بھی اُن پر گراں ہیں۔

﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾[534] یعنی یہ تمہارے کفار کے لیے بھی تمنا کرتے ہیں کہ وہ بھی ایمان لائیں تو ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا مشکلات میں مبتلا ہونا، اُن پر گراں گزرتا ہے، اِس لیے اُن کی برکت سے خطاونسیان اور اِکراہ کے معاملات میں تم سے مؤاخذہ نہیں ہو گا اور تم سے پہلی اُمتوں پر جو سختیاں اور بوجھ ڈالے گئے تھے، وہ تم پر سے اُٹھا لیے گئے ہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نہایت آسان ملت، پسندیدہ راستہ اور نورانی دین لے کر تشریف لائے ہیں۔

اور یہ بھی احتمال ممکن ہے کہ "عَزِيزٌ" کا حصہ ماقبل سے الگ ہو[535] سے متصل ہو تو ایسی صورت میں[536] رسول کی صفت بنے گا یعنی آپ ﷺ وجود میں یکتا اور کامل سخاوت والے حسین و جمیل بلکہ عدیم المثل ہیں، یا مطلب ہو گا آپ ﷺ ہمارے یہاں نہایت عزیز و مکرم ہیں تو[537] اِن کی تعظیم و تکریم کرو، اِن کی امداد کرو اور اِن کی عظمت کے گن گاؤ۔

533۔ التوبہ: ۱۲۸۔
534۔ التوبہ: ۱۲۸۔
535۔ اور ماقبل بعید۔
536۔ عزیز۔
537۔ اے لوگو تم بھی۔

اور فرمان باری تعالیٰ ﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ﴾[538] کے بارے میں جو قرأت شاذ دو زاؤں[539] سے مروی ہے، تو یہ بھی اسی معنی کی تائید کر رہی ہے۔

یا پھر اس آیت کا مطلب یوں ہو گا کہ آپ ﷺ کی ذات تمام انبیاء کرام پر غالب ہے کیونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں یا پھر معنی یوں ہو گا کہ آپ ﷺ کا دین متین تمام اَدیان پر غالب اور زمان و مکان کو شامل ہے، یا پھر معنی یوں ہو گا، جیسے وہ اپنے محبت کرنے والوں پر مہربان ہیں، ویسے ہی وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والے ہیں۔

تو اب ﴿مَا عَنِتُّمْ﴾ کا مطلب ہو گا کہ حضور نبی کریم ﷺ[540] تمہاری تکلیف کو بھی اپنی تکلیف ہی خیال فرماتے ہیں اور تمہارا مشقت میں پڑنا اُن پر گراں گزرتا ہے، کیونکہ وہ تو "رحمۃ للعالمین" ہیں اور مؤمنین کے لیے سراپا رحمت و محبت ہیں۔

﴿حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ﴾ کا مطلب ہو گا، وہ تمہارے ایمان لانے، تمہارے ثابت قدم رہنے اور احسان فرمانے کے بہت متمنی رہتے ہیں۔

﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اِس سے مراد خاص طور پر اہل ایمان ہیں "رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انتہائی درجے کی محبت و شفقت اور اعلیٰ درجے کی لطف و رحمت فرمانے والے ہیں۔

538۔ الفتح:۹۔
539۔ تُعَزِّزُوْهُ۔
540۔ کمال شفقت فرماتے ہوئے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جبریل میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے عرض کرنے لگے، اے محمد ﷺ! بیشک آپ ﷺ کا رب جل جلالہ آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے اور یہ پہاڑوں[541] فرشتہ ہے، اسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے اور اِسے حکم دیا ہے کہ یہ وہی کچھ کرے جس کا آپ ﷺ اِسے حکم ارشاد فرمائیں، اگر آپ چاہیں تو اِن[542] پر پہاڑ گرا دیا جائے اور اگر چاہیں تو اِن پر پتھر برسائے جائیں اور اگر چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے پہاڑوں کے فرشتے! میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کافروں کی پشت سے ایسے افراد پیدا کرے گا، جو کہیں گے "لا الہ الا اللہ" تو اس فرشتے نے عرض کی جیسا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ ﷺ کا نام "رؤف رحیم" رکھا ہے، آپ ﷺ ویسے ہی ہیں۔

امام ابن مردویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو صالح حنفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بیشک اللہ تعالیٰ "رحیم" ہے اور وہ اپنی رحمت کو صرف رحیم ہی کو عطا فرماتا ہے تو ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک اپنے مال و

541۔ پر مؤکل۔
542۔ کافروں۔

اولاد کے لیے رحم کرنے والا ہے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا[543] ایسا نہیں ہے لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾[544]

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول، جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان۔

تو حدیث شریف میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس رحمت سے عمومی و خصوصی ہر طرح کی رحمت مراد ہے[545]

صحیح حدیث میں ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے اُس وقت تک کوئی[546] مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اور صحیح حدیث میں یہ فرمان رسالت ﷺ بھی مروی ہے:

رحم کرنے والوں پر رحمٰن جل جلالہ بھی رحم فرماتا ہے، تم اہل زمین پر رحم کرو آسمان[547] تم پر رحم فرمائے گا۔

543۔ جو مطلب تم سمجھے ہو۔

544۔ التوبۃ:۱۲۸۔

545۔ مخصوص رحمت مراد نہیں جیسا کہ صحابہ کرام نے اس موقع پر خیال فرمایا۔

546۔ کامل۔

547۔ کا رب جل جلالہ۔

﴿فَاِنۡ تَوَلَّوۡا﴾ کا مطلب، پس اگر وہ تم سے منہ موڑیں یعنی کافر تم پر ایمان لانے سے منہ موڑیں، یا پھر ساری کی ساری مخلوق ہی[548] تمہاری اطاعت و اتباع سے رُوگردانی کرے۔

﴿فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰهُ﴾ تو آپ ﷺ فرمادیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے یعنی تمام اُمور میں مجھے میرے ربّ جَلَّ جَلَالُہٗ کی حمایت ہی کافی ہے۔

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ یعنی اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرو۔

﴿عَلَیۡهِ تَوَکَّلۡتُ﴾ اسی پر میرا اعتماد و بھروسہ ہے۔

﴿وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ﴾ اِس میں "الۡعَظِیۡمِ" کا لفظ مجرور ہونے کی صورت میں "عرش" کی صفت ہے اور بعض قراٗتوں میں اِسے ضمہ کے ساتھ "الۡعَظِیۡمُ" بھی پڑھا گیا ہے، تو اس صورت میں "ربّ" کی صفت ہوگا، تو معنی یوں ہوگا کہ وہ ذات بہت عظیم ہے اس نے اپنی قدرت سے تمام مخلوقات کا احاطہ فرمایا ہوا ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ سات زمینیں "آسمان دنیا" کے پہلو میں ایسی حیثیت رکھتی ہیں، جیسا کہ کسی بہت بڑے میدان میں ایک گڑھا، اسی طرح بقیہ آسمانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ ہے پھر تمام آسمانوں و زمینوں کی حیثیت عرش کے پہلو میں ایسی ہی ہے جیسا کہ بہت بڑے میدان میں

548۔ بالفرض۔

ایک گڑھا تو ایسی عظیم وسعت کے باوجود حدیث قدسی میں فرمان باری تعالیٰ جل جلالہ ہے:

لَا یَسَعُنِیْ اَمَاوَسِعَنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِن

ترجمہ: زمین و آسمان میں میرے[549] سمانے کی گنجائش نہیں ہے، البتہ اپنے بندۂ مومن کے دل میں سماجاتا ہوں۔[550]

امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور امام ابن السنی رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کی ہے:

جس نے صبح شام ﴿حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾ کہا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے دنیا و آخرت کے غموں سے نجات عطا کرے گا۔

امام ابن ابی شیبہ و دیگر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے آخری یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ﴿لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ﴾۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا:

یہ قرآن پاک میں سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے تو اس پر معاملہ کو ختم فرما دیا گیا اور جس سے ابتداء ہوئی وہ یہ ہے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یعنی

549۔ خاص فیضان و تجلیات کے۔

550۔ الدرر المنتثرۃ للسیوطی: ص: ۲۱۷: رقم: ۳۶۱: المقاصد الحسنہ: ص: ۴۲۹: رقم: ۹۸۸: کشف الخفاء: ج: ۲: ص: ۱۹۵: رقم: ۲۲۵۶: تنزیہ الشریعہ: ج: ۱: ص: ۱۴۸۔

فرمانِ باری تعالیٰ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝﴾[551] ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو مجھ ہی کو پوجو۔

پس ہم بھی اسی کلام پر اپنی گفتگو کا اختتام کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے حضور نبی کریم، خاتم النبیین ﷺ پر اپنے کلام مبین کے نزول کا اختتام فرمایا، اس اُمید پر کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ ہمارا خاتمہ اچھا فرمائے اور ہمیں بلند مقام تک پہنچائے اور اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ اپنے فضل و توفیق سے ہمیں اُن نفوس قدسیہ کی رفاقت نصیب فرمائے، جن کے بارے میں اس کا فرمان ہے: ﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾[552] ترجمہ: اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ تمام تعریفیں، اوّل و آخر، ظاہر و باطن اور ماضی و حال میں اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ ہی کے لیے ہیں اور ہمارے سردار محمد ﷺ اور اُن کی آل و اصحاب پر دُرود و سلام نازل ہوں۔

تمت

551۔ الانبیاء:۲۵۔

552۔ النساء:۶۹۔

دعائے دل

الحمد للہ! آج مورخہ 21 نومبر 2011 بمطابق 24 ذوالحجہ 1432ھ شب دوشنبہ (پیر شریف) بوقت صبح صادق 5:20 پر اِس مبارک کتاب کا ترجمہ مکمل ہوا اور یہ لمحات حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے مناسبت رکھتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ بھی صبح صادق کے وقت ہی اِس دنیا میں جلوہ گر ہوئے تھے، تو یہ عاجز اپنے سردار و محبوب دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں اِن الفاظوں کے گلدستے کو بصد عقیدت و احترام پیش کرتا ہے، قبول بارگاہ ہو جائے، تو کچھ عجب نہیں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے قبول فرماتے ہوئے میرے لیے اور میرے والدین و اساتذہ کرام خصوصاً مرشدی و اُستاذی شیخ الاسلام مفتی محمد فیض احمد اویسی قادری رحمۃ اللہ علیہ اور جملہ اہل ایمان کے لیے توشہ نجات و مغفرت بنائے اور خلق خدا کو اِس کی برکتوں سے اپنے مشام جاں کو معطر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّۃِ وَالتَّسْلِیْم

ابو محمد اعجاز احمد بن بشیر احمد بن محمد شفیع

غُفِرَ لَہٗ وَلِوَالِدَیْہِ وَاَحْسَنَ اِلَیْہِمْ وَاِلَیْہِ

ماخذ و مراجع

۱	ترجمہ کنزالایمان	امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان (م: ۱۳۴۰ھ)	
۲	تفسیر ابن جریر طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (م: ۳۱۰ھ)	مرکز ہجر للبحوث والدراسات مصر
۳	تفسیر دُرِ منثور	امام جلال الدین سیوطی شافعی (م: ۹۱۱ھ)	مرکز ہجر للبحوث والدراسات مصر
۴	بخاری شریف	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (م: ۲۵۶ھ)	دار ابن کثیر، بیروت
۵	مسلم شریف	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (م: ۲۶۱ھ)	دار طیبہ، ریاض (۱۴۲۶ھ)
۶	ترمذی شریف	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (م: ۲۷۹ھ)	مکتبۃ المعارف، ریاض
۷	ابوداؤد شریف	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث (م: ۲۷۵ھ)	مکتبۃ المعارف، ریاض
۸	نسائی شریف	امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب (م: ۳۰۳ھ)	مکتبۃ المعارف، ریاض
۹	ابن ماجہ شریف	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی (م: ۲۷۳ھ)	دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت
۱۰	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد (م: ۲۳۵ھ)	مکتبۃ الرشد، ریاض (۱۴۲۵ھ)
۱۱	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (م: ۲۴۱ھ)	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت (۱۴۱۶ھ)
۱۲	سنن دارمی	امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی (م: ۲۵۵ھ)	دار المغنی، بیروت
۱۳	صحیح ابن حبان	امام ابوحاتم محمد بن حبان بستی (م: ۳۵۴ھ)	مؤسسۃ الرسالہ بیروت (۱۴۰۸ھ)
۱۴	مسند ابی داؤد طیالسی	امام سلیمان بن داؤد بن الجارود (م: ۲۰۴ھ)	مرکز ہجر للبحوث والدراسات مصر
۱۵	شرح السنۃ	امام حسین بن مسعود بغوی (م: ۵۱۶ھ)	المکتب الاسلامی، بیروت
۱۶	تاریخ بغداد	امام ابوبکر احمد خطیب بغدادی (م: ۴۶۳ھ)	دار الغرب الاسلامی، بیروت
۱۷	امتاع الاسماع	امام احمد بن علی المقریزی (م: ۸۴۵ھ)	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۸	تاریخ جرجان	امام ابوالقاسم حمزہ بن یوسف (م: ۴۲۷ھ)	مطبعہ نعمانیہ حیدرآباد، دکن (۱۳۶۹ھ)
۱۹	الروض الانف	امام محدث عبدالرحمن سہیلی (م: ۵۸۱ھ)	دار الکتب الاسلامیہ، بیروت
۲۰	عیون الاثر	امام ابن سید الناس یعمری (م: ۷۳۴ھ)	دار ابن کثیر، بیروت
۲۱	طبقات ابن سعد	امام محمد بن سعد بن منیع الزہری (م: ۲۳۰ھ)	مکتبۃ الخانجی قاہرہ، مصر
۲۲	معجم کبیر	امام ابوالقاسم سلیمان طبرانی (م: ۳۶۰ھ)	مکتبۃ ابن تیمیہ، قاہرہ
۲۳	معجم اوسط	امام ابوالقاسم سلیمان طبرانی (م: ۳۶۰ھ)	دار الحرمین، مصر (۱۴۱۵ھ)

۲۴	معجم صغیر	امام ابو القاسم سلیمان طبرانی (م:۳۶۰ھ)	دار الکتب العلمیہ، بیروت (۱۴۰۳ھ)
۲۵	معجم الصحابة	امام عبد الباقی بن قانع (م:۳۵۱ھ)	مکتبة الغرباء الاثریة، بیروت
۲۶	مسند ابی یعلی موصلی	امام حافظ احمد بن علی التمیمی (م:۳۰۷ھ)	دار المامون للتراث، بیروت
۲۷	مستدرک للحاکم	امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری (م:۴۰۵ھ)	دار الحرمین، مصر (۱۴۱۷ھ)
۲۸	شعب الایمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (م:۴۵۸ھ)	مکتبة الرشد ریاض (۱۴۲۳ھ)
۲۹	سنن کبریٰ	امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (م:۴۵۸ھ)	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۳۰	تاریخ الکبیر	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری (م:۲۵۶ھ)	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۳۱	مسند بزار	امام ابو بکر احمد بن عمرو البزار (م:۲۹۴ھ)	مکتبة العلوم والحکم، مدینة المنورة
۳۲	الفردوس بماثور الخطاب	امام ابو شجاع شیرویہ دیلمی (م:۵۰۹ھ)	دار الکتب العلمیہ بیروت (۱۴۰۶ھ)
۳۳	الاحادیث المختارة	امام ضیاء الدین محمد مقدسی حنبلی (م:۶۴۳ھ)	دار خضر، بیروت (۱۴۲۱ھ)
۳۴	مشکاة المصابیح	امام محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی (م:۷۴۲ھ)	المکتب الاسلامی، بیروت (۱۳۹۹ھ)
۳۵	مجمع البحرین	امام نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی (م:۸۰۷ھ)	مکتبة الرشد، ریاض
۳۶	کشف الاستار	امام نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی (م:۸۰۷ھ)	مؤسسة الرسالہ بیروت (۱۴۰۴ھ)
۳۷	دلائل النبوة	امام ابو نعیم اصبہانی (م:۴۳۰ھ)	دار النفائس، بیروت
۳۸	دلائل النبوة	امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (م:۴۵۸ھ)	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۳۹	تاریخ ابن عساکر	امام علی بن حسن ابن عساکر (م:۵۷۱ھ)	دار الفکر، بیروت (۱۴۱۵ھ)
۴۰	الشفاء	امام ابی الفضل عیاض مالکی (م:۵۴۴ھ)	المکتبة الحقانیہ، پشاور
۴۱	المواہب اللدنیہ	امام احمد بن محمد قسطلانی (م:۹۴۳ھ)	المکتب الاسلامی، بیروت
۴۲	کنز العمال	امام علاء الدین علی متقی ہندی (م:۹۷۵ھ)	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۴۳	زرقانی علی المواہب	امام محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی (م:۱۱۲۲ھ)	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۴۴	الحاوی للفتاوی	امام جلال الدین سیوطی شافعی (م:۹۱۱ھ)	مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
۴۵	مسالک الحنفاء	امام جلال الدین سیوطی شافعی (م:۹۱۱ھ)	دار الامین، مصر
۴۶	السبل الجلیة	امام جلال الدین سیوطی شافعی (م:۹۱۱ھ)	مخطوط شاہ سعود یونیورسٹی سعودی عرب
۴۷	مرام الکلام	امام عبد العزیز پرہاروی (م:۱۲۳۹ھ)	مکتبة السلفیہ، ملتان


ہماری شاہکار علمی وادبی کتب
میلادِ نور
الخصائص الکبریٰ
سُبل الہدیٰ والرشاد فی سیرتِ خیر العباد (اردو)
تذکرہ امام حسین
امام زین العابدین
خواب نامہ یوسفی
الشفاء
قصص الانبیاء
امام جعفر صادق
درس گاہ صُفّہ نظام تعلیم و تربیت
رکنِ دین
نعمتِ کبریٰ
امام علی رضا
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ۰ لاہور
voice: 042-37300642 - 042-37112954 - 042-37248657
Email : zaviapublishers@gmail.com